43

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

29 نومبر تا 5 دسمبر 2007ء/18 تا 24 ذوالقعدہ 1428ھ

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی

اس شمارے میں

ذمہ دار کون؟

ہستی ُ رنگِ گلستانِ جہاں......

اتفاق یا حکمت

آمریت: ایک ذہنی کیفیت

انتخاب سے اقتدار تک

حج میں غلطیوں سے بچئے

چند تاریخی حقیقتیں

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

اولین مسئلہ

آج دنیائے اسلام کا اولین مسئلہ اخلاقی انحطاط کا نہیں ہے، اور نہ عبادات ونوافل میں تساہل، ترکِ شعائر اور تقلیدِ اغیار آج کے بنیادی مسائل ہیں۔ بے شک یہ مسائل نہایت اہم ہیں اور سعی و توجہ کے پورے مستحق ہیں۔ لیکن عالمِ اسلامی کا وہ مسئلہ جو طوفان بن کر کھڑا ہوا ہے اور اسلام کی ہستی اس کی زد میں آ گئی ہے، کفر وایمان کا مسئلہ ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی دنیا اسلام پر قائم رہے گی یا اس کا قلادہ اپنی گردن سے اتار دے گی؟ اسلامی دنیا میں آج ایک معرکہ برپا ہے، جس میں ایک طرف مغرب کا فلسفۂ لادینیت (Secularism) ہے، دوسری طرف اسلام، خدا کا آخری پیغام! ایک طرف مادیت ہے اور دوسری طرف آسمانی شریعت! میں سمجھتا ہوں کہ یہ دین اور لادینیت کا آخری معرکہ ہے۔ اور اس کے بعد دنیا دونوں میں سے کسی ایک رخ کو اختیار کر لے گی۔ آج کا جہاد، آج کی خلافتِ نبوت اور آج کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ لادینیت کی اس طوفانی موج کا مقابلہ کیا جائے، جو عالمِ اسلام کی جڑیں کھود رہی ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

سورۃ الانعام
(آیات: 63 تا 67)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیہ

﴿ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ
يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ
اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ
لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ ﴾

”کہو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون مخلصی دیتا ہے (جب) کہ تم اُسے عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو (اور کہتے ہو) اگر اللہ ہم کو اس (تنگی) سے نجات بخشے تو ہم اُس کے بہت شکرگزار ہوں۔ کہو کہ اللہ ہی تم کو اس (تنگی) سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے۔ پھر (تم) اُس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کردے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھادے۔ دیکھو، ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔ اور اس (قرآن) کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ کہہ دو کہ میں تمہارا داروغہ نہیں ہوں۔ ہر خبر کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔“

اے نبی ﷺ! ان سے پوچھئے جب سمندر کی تاریکیوں میں ہوتے ہو، کشتی چل رہی ہوتی ہے، گھپ اندھیرا ہوتا ہے اور کچھ نظر نہیں آتا، یا دن میں بادل چھا جاتے ہیں یا رات کا سیاہ اندھیرا ماحول کو ڈھانپ لیتا ہے، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا اُس وقت تم کو کون بچاتا ہے؟ اسی طرح خشکی پر چلتے ہوئے جنگل یا صحرا کی پہنائیوں میں کوئی قافلہ راستے سے بھٹک جائے اُسے دائیں بائیں کا پتا نہ چلے۔ درخت آسیب لگتے ہوں، معلوم ہوتا ہے کوئی جن یا بھوت چلا آ رہا ہے، تو ایسی حالت میں تمہیں کون نجات دیتا ہے۔ ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو پھر تم بھی گڑگڑاتے ہوئے دل ہی دل میں، خفیہ خفیہ اللہ ہی کو پکارتے ہو کہ وہ دستگیری کرے اور نجات کا کوئی راستہ نکال دے، اور کسی طرف سے روشنی کی کوئی کرن دکھائی دے۔ پھر دل ہی دل میں کہتے ہو کہ اگر اللہ ہمیں اس مشکل سے بچا کر لے جائے تو باقی زندگی ہم پوری طرح شکرگزار بندے بن کر گزاریں گے۔

اے نبی ﷺ فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ ہی تمہیں ہر طرح کے کرب و تکلیف سے نجات دیتا ہے۔ پھر بھی تم ایسے ہو کہ اس کے بعد شرک شروع کر دیتے ہو۔ پھر تمہیں اپنی دیویاں، دیوتے، اپنے بت اور بڑے یاد آ جاتے ہیں۔

آیت نمبر 65 میں عذاب کی مختلف اقسام کا بیان ہے۔ اے نبی کہہ دیجئے کہ وہ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب بھیج دے تمہارے اوپر سے یعنی آسمان کا کوئی ٹکڑا گر جائے یا اوپر سے کوئی اور عذاب تم پر مسلط ہو جائے، یا پھر عذاب تمہارے قدموں کے نیچے سے آ جائے یعنی زمین پھٹ جائے، زلزلہ آ جائے اور زمین کے بڑے بڑے ٹکڑے زیرِ زمین چلے جائیں۔ (رسول اللہ ﷺ نے قیامت سے پہلے تین بڑے خسوف کی خبر دی ہے) عذاب کی یہ دو شکلیں ہوئیں یعنی ایک اوپر سے، ایک نیچے سے۔ تیسری صورت کا ذکر اس طرح ہے کہ یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور ایک (گروہ) کی طاقت کا مزہ دوسرے کو چکھائے۔ یعنی آپس کے اختلافات لڑائی کا باعث بنیں۔ پرانے اور نئے سندھی لڑیں۔ پنجابی بولنے والے اور اردو بولنے والے آپس میں لڑیں، بلوچ اور پختون ایک دوسرے کو ماریں۔ شیعہ سنی آپس میں لڑیں۔ عذاب کی اس تیسری صورت میں نہ آسمان سے عذاب کی ضرورت ہے نہ زمین سے، بلکہ لوگوں میں گروہ بندی ہو جاتی ہے اور ایک گروہ دوسرے کا دشمن بن جاتا ہے۔ یہ عذاب الٰہی کی بدترین صورت ہے اور اس وقت یہی مسلمانانِ پاکستان پر مسلط ہے۔ وہ کبھی ایک قوم ہوتے تھے۔ ہندو کے مقابلے میں وہ مسلمان تھے اور بس۔ اور اب یہی مسلمان آپس میں فرقوں، قومیتوں اور عصبیتوں میں بٹ چکے ہیں۔

دیکھو، ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر لاتے ہیں، یعنی مختلف اسالیب میں ڈھال کر اور اندازِ بیان بدل بدل کر واضح کرتے ہیں گویا ؎ اک پھول کا مضموں ہو تو سو رنگ سے باندھوں۔ یہ اس لئے کہ تم (آسانی سے) سمجھ سکو۔

اور اے نبیؐ! آپؐ کی قوم نے اس (قرآن) کو جھٹلا دیا، یہاں ”بہٖ“ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، اب کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائے گا بلکہ قرآن ہی بڑا معجزہ ہے۔ جو اس کی تصدیق کریں گے تو راہ یاب ہوں گے۔ اے نبی! ان سے کہہ دیجئے میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں۔ ہر بڑی خبر کے لئے وقت مقرر ہے اور عنقریب تم جان لو گے یعنی میں نہیں کہہ سکتا کہ جس کی تمہیں دھمکی دی جا رہی ہے وہ قریب آ چکا ہے یا ابھی دور ہے، جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں فرمایا: ”وان ادری قریب اوبعید ماتو عدون ٥“ وقت مقررہ تو اللہ کے علم میں ہے۔ ہاں میں اتنا جانتا ہوں کہ اگر تمہاری روش یہی رہی تو عذاب آ کر رہے گا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

حج اور عمرہ کی فضیلت

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ وَالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةُ)) (رواہ الترمذی والنسائی)

”حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”پے در پے کیا کرو حج اور عمرہ کیونکہ حج اور عمرہ دونوں فقر و محتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح لوہا اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور ”حج مبرور“ کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

ذمہ دار کون؟

تاریخ گواہ ہے کہ جو قوم بیرونی دشمن کے خطرے سے لاتعلق اور بے فکر ہو گئی اور باہمی انتشار و افتراق کا شکار ہو گئی، ذلت آمیز غلامی بالآخر اُس پر مسلط ہو کر رہی۔ جب سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو وہاں کے عیسائی علماء بازاروں اور پارکوں میں عوام کے مجمع کے سامنے تین مسائل پر بحث و مباحثہ میں الجھے ہوئے تھے۔ پہلا یہ کہ سوئی کے نکہ پر کتنے فرشتے آسکتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ کیا حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد بھی کنواری تھیں۔ تیسرا یہ کہ یسوع مسیح نے جو آخری کھانا کھایا تھا (The last supper) اُس میں روٹی خمیری تھی یا نہیں۔ اِسی دوران سلطان محمد فاتح نے اُس قسطنطنیہ کو فتح کر لیا جو اُس دور میں ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا۔ اِسی طرح جب انگریز ہندوستان میں قدم جما رہا تھا تو مسلمان علماء کے شب و روز ان مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے گزر رہے تھے۔ کیا اللہ بھی چاہے تو دوسرا محمد ﷺ پیدا کر سکتا ہے یا نہیں اور کیا اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ۔ آج اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حالت اُس سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔ بیرون ملک اُس کی بربادیوں کے مشورے ہو رہے ہیں اور ہم سب اِس سے لاتعلق ہیں اور اندرون ملک ایسا فساد مچا ہوا کہ حلیف و حریف کی کوئی پہچان نہیں رہی۔ حکمران وکلاء اور دانشوروں پر یوں لاٹھیاں برسا رہے ہیں جیسے وہ چور اُچکے ہوں، اپوزیشن کو ملک دشمن قرار دے رہے ہیں۔ اپوزیشن والے حکمرانوں کو سیکیورٹی رسک قرار دے رہے ہیں اور باہم دست و گریباں بھی ہیں۔ مجلس عمل اسلامی سیاسی جماعتوں کا اتحاد ہے لیکن یہ اتحادی بے دریغ ایک دوسرے پر گولہ باری کرنے میں مصروف ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ عالمی سطح پر اسلام دشمن اتحاد وجود میں آچکا ہے۔ امریکہ، اسرائیل اور بھارت کی ٹرائکا اِس اتحاد کی قیادت کر رہی ہے اور ایٹمی ملک ہونے کی وجہ سے پاکستان اِس اسلام دشمن اتحاد کا اولین ٹارگٹ ہے۔ شمالی علاقہ جات اور صوبہ سرحد میں عوام اور فوج کا تصادم شروع ہو چکا ہے۔ عیار دشمن کی خواہش ہے کہ یہ تصادم ملک بھر میں پھیل جائے۔ کون نہیں جانتا کہ فوج کا اصل ہتھیار اور اُس کے مورال کا انحصار عوام کی پشت پناہی پر ہے۔ اُس فوج کا لڑنا مشکل ہو جاتا ہے جسے عوام کی حمایت اور مدد درکار نہ ہو لیکن اگر بیرونی سازشی عناصر فوج اور عوام کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیں گے تو بیرونی دشمن کو اُس ملک کی تباہی کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پاک فوج کی بہادری اور پروفیشنلزم کی ایک دنیا قائل تھی لیکن ستیاناس ہو سیاست کا، اِسے سیاست میں گھسیٹ کر متنازع بنا دیا گیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایوب، یحییٰ، ضیاء اور پرویز مشرف بھی نہیں چاہتے ہوں گے کہ فوج سیاست میں الجھے، لیکن یہ خواہش احمقانہ ہے کہ میں تو اقتدار پر شب خون مار کر ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بن جاؤں لیکن باقی فوج سیاست سے لاتعلق رہے۔ قدرت اللہ شہاب شہاب نامہ میں لکھتے ہیں: جب مجھ پر امریکہ کا عذاب نازل ہوا تو ایوب خان نے ایک دوست کی حیثیت سے مجھے امریکہ کی نظروں سے بچانے کے لئے سوئٹزرلینڈ میں پاکستان کا سفیر بنا کر بھیج دیا۔ وہاں میری دوستی مشرقی یورپ کے ایک سفیر کے ساتھ ہو گئی۔ ہم شام کو اکٹھے واک کرتے تھے۔ ایک دن وہ مجھے کہنے لگا، امریکہ اور سوویت یونین بدترین دشمن ہیں لیکن بعض عالمی معاملات میں اُن کے مفادات مشترکہ ہیں اور وہ ایک دوسرے سے بہت تعاون کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا، کن معاملات میں وہ تعاون کرتے ہیں؟ کہنے لگا، مثلاً پاکستان اور اُس کی فوج کے معاملے میں۔ وہ پاکستان کی فوج کے بارے میں رائے رکھتے ہیں کہ اِس میں زبردست پروفیشنلزم ہے اور وہ اِسے اپنے مفاد کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ پاکستان کی فوج کا پروفیشنلزم ختم کرنا چاہتے ہیں اور اِس پر وہ باہمی تعاون سے کام کر رہے ہیں۔ میرا تجسس بڑھا، میں نے پوچھا، وہ پاکستان کی فوج کا پروفیشنلزم کیسے ختم کریں گے۔ مسکرا کر کہنے لگا، بڑا آسان کام ہے۔ پاکستان کے فوجی جرنیلوں کو بار بار اقتدار میں لا کر۔ اندازہ کیجئے، پاکستان کے دشمن کب سے تاک میں ہیں، وہ یہ کام پہلے تدریج اور آہستگی سے کر رہے تھے۔ اپنے حربوں کو کامیاب ہوتا دیکھ کر اُن کے کام میں تیزی (باقی صفحہ 18 پر)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — 29 نومبر تا 5 دسمبر 2007ء — 18 تا 24 ذوالقعدہ 1428ھ — شمارہ 43

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

طارق کی دُعا (دوسرا بند)

(اندلس کے میدانِ جنگ میں)

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا　　خبر میں، نظر میں، اذانِ سحر میں!
طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو　　وہ سوز اس نے پایا انہیں کے جگر میں!
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اُس کو　　ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں!
دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے　　وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لَاتَذَرْ میں!
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے

بنواُمیہ کے خلیفہ ولید کے عہد میں پہلی بار جب مسلمان عساکر نے طارق بن زیاد کی قیادت میں حملہ کیا تھا تو طارق نے عین میدانِ جنگ میں اللہ تعالیٰ کے حضور ایک دُعا مانگی تھی جو تاریخ کے صفحات میں درج ہے اور جسے علامہ اقبال نے اردو میں منظوم کیا ہے۔ ''بالِ جبریل'' میں شامل اِس نظم کا تعارف ''ندائے خلافت'' کے گزشتہ شمارے میں شائع ہو چکا ہے، جہاں اس نظم کے ابتدائی اشعار کی تشریح پیش کی جا چکی ہے۔ اب دوسرے بند کے پانچ اشعار کی شرح حاضر ہے:

1۔ اقبال نے طارق بن زیاد کے حوالے سے اِس دُعائیہ نظم میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ تُو نے عرب کے صحرا نشین مسلمانوں میں وہ صلاحیت پیدا کر دی ہے جو عشقِ حقیقی سے آگاہی، اور اشیاء کی شناخت کا ذریعہ بنتی ہے، اور اِس کے علاوہ وہ سرور اور کیفیت بھی پیدا کر دی ہے جو صبح کی اذان میں ہوتی ہے۔ اس صلاحیت و تربیت کی بناء پر تُو نے مسلمانوں کو یکتا، منفرد اور یگانۂ روزگار بنا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ اِن لوگوں میں زندگی کی جملہ حقیقتوں کا ادراک پیدا کر کے اُنہیں دوسروں سے افضل بنا دیا۔

2۔ حیاتِ انسانی صدیوں سے جن خصوصیات سے محروم تھی، اے ربّ العالمین! عرب کے صحرانشینوں میں تُو نے ایسی صلاحیتیں اور خصوصیات پیدا کر کے جو دوسری قوموں کو نصیب نہ ہو سکیں، ایک ایسی مثالی قوم میں ڈھال دیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں اب کچھ کر گزرنے کی جو تڑپ اور اضطراب ہے، وہی حقیقی زندگی کی مظہر ہیں۔

3۔ میرے مولا! اِن صحرانشینوں کی خصوصیت تو یہ بھی ہے کہ وہ موت کو ہلاکت تصور نہیں کرتے، بلکہ اُن کے لیے نہ صرف یہ کہ زندگی آخرت کی کھیتی ہے، بلکہ وہ تو حیات بعدالموت کے قائل ہوتے ہوئے موت کے بعد کی زندگی کو پہلی زندگی سے بدر جہا بہتر اور افضل سمجھتے ہیں۔ اس صورت میں موت انہیں کیسے خوفزدہ کر سکتی ہے۔

4۔ حضرت نوحؑ نے مولائے کائنات سے دُعا کی تھی کہ دنیا سے کفر کی ظلمت کو مٹا دے اور اسے ایمان کے نُور سے لبریز کر دے۔ اسی حوالے سے دُعا کے اِس شعر میں کہا گیا کہ باری تعالیٰ، تُو اپنی رحمت سے مومن کے دل میں وہی جذبہ پیدا کر دے جو حضرت نوحؑ کی دُعا میں موجود تھا۔

5۔ اے پوری کائنات کے مالک! عزت و حوصلے کے جذبے مومنوں کے سینوں میں دفن ہیں، اِن جذبوں کو پھر سے بیدار کر دے، کہ مسلمانوں کی نگاہ تلوار کی سی کاٹ رکھتی ہے جو حریف کو فنا کے گھاٹ اُتار دیتی ہے، یعنی اُن میں عمل و سعی کا جذبہ پیدا ہو سکے۔

اسلام کے نظامِ تعلیم و تربیت میں اجتماعِ جمعہ کی اہمیت
اور خطبۂ جمعہ کی اہمیت اور اصل غرض و غایت
سے آگاہی کے لیے مطالعہ کیجیے:
خطبۂ جمعہ
عربی متن کا ترجمہ و تشریح
امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید
کے چند خطابات جمعہ کی تلخیص
عمدہ طباعت　سفید کاغذ　قیمت: 30 روپے

ہستی رنگِ گلستانِ جہاں کچھ بھی نہیں

مسجد دار السلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 23 نومبر 2007ء کے خطبۂ جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الحدید کی آیات 20 اور 21 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ مومن کے لئے قید خانہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں اپنی مرضی، اپنی خواہشات اور اپنی پسند کے مطابق زندگی نہیں بسر کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اُس کی شریعت کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے زندگی گزارتا ہے۔ اُس کی زندگی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ زندگی کے ہر موڑ اور ہر قدم پر اُسے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ اللہ کا حکم کیا ہے، دین کی تعلیم کیا ہے، اُسے اس بات کا دھیان کرنا پڑتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس معاملے میں ہمارے لئے کون سا طریقہ چھوڑا ہے۔ پھر یہ کہ جو قدم میں اُٹھا رہا ہوں، وہ جائز ہے یا ناجائز، حلال ہے یا حرام، شریعت اس کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ اِس پہلو سے چونکہ وہ پابند شریعت ہوتا ہے، اِس لئے دنیا کو اُس کا قید خانہ قرار دیا گیا...... اِس کے برعکس کافر اپنی خواہشات اور نفس کی پیروی کرنے میں آزاد ہوتا ہے۔ اُس پر کوئی پابندی نہیں ہوتی، لہٰذا دنیا اُس کے لئے جنت ہوتی ہے۔

دنیا میں اگر کوئی شخص احکامِ شریعت سے روگردانی کرتا ہے، اور دنیا کی لذات میں پڑ کر نفس اور شیطان کی پیروی کرتا ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ حقیقتِ ہستی سے غافل ہے۔ اُس نے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے اور آخرت کو فراموش کر دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نفس کی پیروی اور دنیا پرستی ایمان بالآخرت کی کمزوری کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اِسی لئے قرآن حکیم جا بجا آخرت کا تذکرہ کرتا ہے اور انسان کو زندگی کی حقیقت یاد دلاتا ہے۔ اُس کے نزدیک حیاتِ انسانی کا تصورِ حیات دنیا تک محدود نہیں۔ دنیا کی یہ زندگی تو کھیل تماشا ہے، اصل اور حقیقی زندگی آخرت کی ہے جو دنیا سے بہتر بھی ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی بھی۔ لہٰذا سمجھدار اور دانا انسان وہ ہے جو اپنی عاقبت کی فکر کرے، اور دنیا کے دھوکے میں نہ آئے۔ سورۂ فاطر میں فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٚ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝﴾

''لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔''

سورۂ عنکبوت میں ارشاد ہوا:

﴿وَمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ﴾ (آیت: 64)

''اور دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور ہمیشہ کی زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔''

کھیل میں غیر حقیقی انداز ہوتا ہے۔ مثلاً چند بچے آپس میں کھیل رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک سپاہی اور ایک چور بن گیا ہے، تو سب جانتے ہیں کہ سپاہی اور چور اُن کی اصل حیثیت نہیں، بلکہ یہ حیثیت نمائشی ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک ڈرامے میں مختلف افراد کو کردار دیئے جاتے ہیں۔ کسی کو بادشاہ بنا دیا جاتا ہے، کسی کو وزیر اور خادم، مگر ظاہر ہے کہ یہ بھی دکھاوے کے لئے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیکھنے والوں میں سے کسی کو بھی یہ شبہ نہیں ہوتا کہ بادشاہ، وزیر یا خادم حقیقت میں یہ حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی معاملہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کا ہے۔ دنیا میں کسی کو دولت سے نوازا جاتا ہے اور کسی کو غربت و افلاس سے دوچار کیا جاتا ہے، کسی کو اولاد عطا کی جاتی ہے اور کسی کو اس سے محروم رکھا جاتا ہے۔ کسی کو صحت و تندرستی کی نعمت عطا کی جاتی ہے اور کسی کو بیماریوں اور آلام کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ غرض انسان کو اگر کوئی نعمت عطا کی جاتی ہے یا نعمت سے محروم رکھا جاتا ہے، تو یہ سب بطورِ آزمائش ہوتا ہے۔ تا کہ اللہ دیکھے کہ میرا بندہ شکر اور صبر کی روش اپناتا ہے یا نہیں۔ ورنہ دنیا کی کامیابی اور یہاں کا مقام و مرتبہ اصل کامیابی نہیں، اصل کامیابی اور عزت و افتخار تو اُس شخص کا ہے جو دائمی زندگی میں کامیاب ہو گیا، اور نارِ جہنم سے بچا لیا گیا۔

﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝﴾ (آل عمران)

''تو جو شخص آتشِ جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔''

دنیا کی زندگی دار الامتحان ہے، دار الفناء ہے۔ یہاں کا نفع و نقصان اور کامیابی و ناکامی بھی عارضی ہے۔ اسی لئے دنیا کو متاعِ غرور قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ الحدید میں حیاتِ دنیا کی بے ثباتی کو ایک مثال سے واضح کیا گیا ہے، اور اس کے بعد انسان سے کہا گیا ہے کہ وہ اصل اور حقیقی زندگی کی کامیابی کے لئے تگ و دو کرے۔ فرمایا:

﴿اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ﴾

''جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (و ستائش) اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (و خواہش) ہے۔''

اس آیت میں دنیا کی فانی زندگی کے پانچ مراحل کا تذکرہ ہے، جن سے کہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے والا ہر انسان گزرتا ہے،

1۔ ''لعب'' (کھیل تماشا)۔ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ اس سے انسان کے بچپن اور معصومیت کے زمانے کی طرف اشارہ ہے، جس میں انسان کی زندگی کا عنوان ہی کھیل کود ہوتا ہے۔ بچوں کی زندگی کھیل کود سے عبارت ہوتی ہے۔ وہ ایک کھیل کھیلتے ہیں، جیسے ہی وہ ختم ہوتا ہے دوسرا شروع کر دیتے ہیں۔ اُن کی نظر میں اُن کی زندگی بامعنی تب ہی ہوتی ہے جب وہ کھیلنے میں مشغول ہوں۔ اگر آپ انہیں کھیل سے روک دیں اور پڑھائی کے لئے بٹھائیں تو اُنہیں سخت ناگوار گزرتا ہے اور یہ پابندی قید بامشقت دکھائی دیتی ہے۔ اور

نادانی کے سبب اُس وقت وہ آپ کو ظالم سمجھتے ہیں کہ آپ نے انہیں کھیل سے روک کر پڑھائی کے لئے بٹھا دیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ بات تو آپ جانتے ہیں کہ اُن کی تعلیم و تربیت کی غرض سے انہیں پڑھائی کے لئے بٹھانا پڑے گا، خواہ انہیں یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

2۔ ”لھو“ (تماشا) یہاں لطیف اشارہ نوجوانی یا لڑکپن کی طرف ہے۔ اِسے آپ ”Teen age“ بھی کہہ سکتے ہیں۔ عمر کا یہ حصہ نہایت حساس اور خطرات سے بھرپور ہوتا ہے۔ اِس لئے کہ اِس میں کھیل کود اور تفریح میں کچھ آوارگی کا عنصر بھی شامل ہو جاتا ہے۔ نوجوانوں میں لذت پسندی آ جاتی ہے۔ چنانچہ فلم بینی، عشقیہ گانے گانے، موسیقی سننے اور ناول پڑھنے کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔ نفسیاتی اعتبار سے یہ مرحلہ دنیا کے ہر خطے کے نوجوانوں پر آتا ہے۔

3۔ ”زینۃٌ“ (آرائش و زیبائش)۔ نوجوانی کے ساتھ ہی جوانی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اِس میں آدمی اپنی زیب و زینت پر خصوصی توجہ دیتا ہے۔ اپنے لباس اور وضع قطع کا خیال رکھتا ہے۔ بچپن کے دور میں ساری توجہ کھیل کود پر ہوتی ہے اور آدمی کو اپنی اور اپنے لباس کی صفائی ستھرائی کا خیال نہیں ہوتا، مگر اس مرحلے میں اُس کی دلچسپی کا اصل میدان زینت و آرائش ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنا بہت سا وقت آئینے کے سامنے گزارتا ہے، اپنے بالوں کو سنوارتا ہے، اپنے لباس اور ہیر سٹائل کو جدید فیشن کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

4۔ ”تفاخر“ (تمہارا آپس میں فخر کرنا) پھر ایک دور ایسا آتا ہے جس میں انسان کو اپنی کسی صلاحیت اور قابلیت پر فخر کرنا بڑا اچھا لگتا ہے۔ اُس کے اندر دوسروں پر اپنی برتری قائم کرنے اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے کی خواہش کا غلبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایڈلر نے کہا ہے کہ ہر انسان کے اندر ”حبِ تفوق“ کا جذبہ پایا جاتا ہے اور یہ جذبہ اپنا عملی اظہار اور تسکین چاہتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ انسان دوسروں پر غالب ہو۔ مثلاً وہ اپنے فن میں نمایاں ہو یا اُسے کوئی سیاسی حیثیت اور عہدہ حاصل ہو وغیرہ۔ آج جو لوگ کونسلر شپ یا صوبائی اور قومی اسمبلی کا ممبر بننے کے لئے لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر رہے ہیں، اِسی لئے کر رہے ہیں تا کہ وہ دوسروں سے ممتاز ہوں اور اُن کی الگ شناخت ہو۔ گویا یہ جذبۂ تفوق کی تسکین کا ذریعہ ہے۔

5۔ ”تکاثر فی الاموال والا ولاد“ (مال و اولاد کی کثرت کی خواہش) انسان پر ایک دور ایسا آتا ہے جب اُس میں مال و اولاد کی بہتات کی طلب اور حرص و ہوس بڑھ جاتی ہے۔ اِس عمر میں بڑے میاں کو یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ آیا بچوں نے کاروبار ٹھیک طریقے سے سنبھالا ہے یا نہیں۔ اُس کی تجارت میں ترقی ہو رہی ہے یا نہیں۔ جائیداد، فیکٹریوں اور کارخانوں میں اضافہ ہوا ہے یا نہیں ہوا، اگر نہیں ہوا تو کیوں؟ میں نے اتنے پلازے بنائے تھے اُن کی تعداد میں اضافہ کیوں نہیں ہوا۔ ہر وقت اُسے یہی ہوس فکر مند رکھتی ہے، یہاں تک کہ وقت اجل آ جاتا ہے۔ سورۃ التکاثر میں فرمایا گیا:

﴿اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ۝۱ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲﴾

”(لوگو) تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں“۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی حرص کی آگ کو قبر کی مٹی ہی بجھا سکتی ہے۔

مال و دولت دنیا کی اِس حرص و ہوس سے وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو صاحبِ تقویٰ ہوں، جن پر زندگی کی حقیقت منکشف ہو چکی ہو، جو اِس بات پر پختہ یقین رکھتے ہوں کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور ہماری اصل منزل آخرت ہے، ہم اللہ کے بندے اور غلام ہیں، لہٰذا ہمیں بہرصورت اُس کے حکموں پر چلنا اور اُسے راضی رکھنا ہے۔ ہمیں دنیا کی تنگی ترشی اور ابتلاء و آزمائش پر صبر کرنا ہے، گناہوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے، تا کہ آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ اور در حقیقت ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جنت تیار کر رکھی ہے جیسا کہ سورۂ فرقان میں فرمایا گیا کہ ﴿اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَۃَ بِمَا صَبَرُوْا﴾ (آیت: 75) ”ان (صفات کے) لوگوں کے صبر کے بدلے اونچے اونچے محل دیئے جائیں گے۔“

زندگی کی بے ثباتی کو پانچ ادوار کے حوالے سے بیان کرنے کے بعد اب اِسے ایک مثال سے واضح کیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

﴿کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَکُوْنُ حُطَامًا ط﴾

”(اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے، پھر وہ خوب زور پر آتی ہیں، پھر (اے دیکھنے والے) تو اُس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے، پھر چُورا چُورا ہو جاتی ہے“

انسان کی زندگی ایک لہلاتی فصل کی مانند ہے۔ انسانی زندگی اور فصل کی زندگی میں بڑا معنوی ربط ہے۔ کسی فصل کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ محدود وقت کے لئے ہوتی ہے۔ فرض کریں، گندم کی فصل ہے، وہ چھ ماہ میں تیار ہو جاتی ہے، البتہ تیار ہونے تک اُسے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے کسان ایک کھیت میں جو اس سے پہلے ویران ہے، دانہ ڈالتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد اُس میں فصل اُگ آتی ہے۔ اب یہ مختلف مرحلوں سے گزر کر تیسرے چوتھے مہینے لہلہانے لگتی ہیں، جسے دیکھ کر کسان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اِس

پریس ریلیز

23 نومبر 2007ء

”دنیا میں غربت و امارت، شہرت و ناموری اور لاچاری و بے کسی کی حالتیں اللہ کی طرف سے آزمائش ہیں۔ دونوں جہانوں میں کامیاب وہ شخص ہوگا جو ان حالتوں میں صبر و شکر کی روش اختیار کرے“

حافظ عاکف سعید

دنیا کی رنگینیاں، عیش و آرام، شان و شوکت اور اقتدار و اختیار سب عارضی اور غیر حقیقی ہیں۔ از روئے قرآن دنیا کی زندگی ایک دھوکے کا سامان ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں اپنے خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے سورۃ الحدید کی آیت 20 تا 21 کی روشنی میں فرمایا کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے۔ دنیا میں عزت، شہرت، امارت یا غربت الغرض کوئی بھی شے مستقل و حقیقی نہیں ہے۔ انسان پر جو حالات بھی آتے ہیں، خواہ وہ دولت و شہرت یا اقتدار و اختیار کے ہوں یا خواہ وہ غربت و لاچاری اور بے بسی و بے کسی کے ہوں، وہ اللہ کی طرف سے امتحان کے طور پر آتے ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں صبر اور شکر اور دین کے عملی تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں دنیا اور آخرت میں کامیابی کا وعدہ ہے۔ اگرچہ دنیا میں انسان بظاہر کامیاب نہ بھی ہو کیونکہ بندۂ مؤمن کا مقصد تو اللہ کی رضا اور اخروی نجات کا حصول ہوتا ہے جو اصل کامیابی اور فوز و فلاح ہے۔ البتہ اگر ہم بحیثیت اُمت مسلمہ اللہ کے دین سے بے وفائی کریں گے تو اس دنیا میں ذلت و رسوائی ضرور ہمارا مقدر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے عملی تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

کے بعد اُس پر اناج آتا ہے اور فصل پکنے لگتی ہے اور اُس کا رنگ پیلا ہو جاتا ہے۔ اور بالآخر فصل کاٹ دی جاتی ہے، اور کھیتی ایک مرتبہ پھر ویران ہو جاتی ہے۔ یہی حال انسانی زندگی کا ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بچپن اور لڑکپن کے بعد جوانی اور شباب کے دور میں قدم رکھتا ہے۔ جوانی کے بعد اُس پر دورِ زوال آتا ہے اور وہ ادھیڑ عمر سے ہوتا ہوا بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جاتا ہے۔ اب جسم و جان کی قوتیں اور صلاحیتیں جواب دینے لگتی ہیں۔ بالآخر زندگی کی مہلت ختم ہو جاتی ہے اور وہ پیوند خاک ہو جاتا ہے اور جس مٹی سے اللہ نے اُسے پیدا کیا تھا، اُس میں چلا جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک کتنی ہی انسانی فصلیں ہیں، جو کٹ چکی ہیں۔ ذرا سوچئے، آج سے ستر سال پہلے جو لوگ دنیا میں تھے، آج وہ کہاں ہیں۔ اسی طرح آج ہم جو دنیا میں ہیں، چند عشروں کے بعد کہاں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ ہماری زندگی کی فصل بھی کٹ جائے گی۔ ؎

ہستیِ رنگِ گلستانِ جہاں کچھ بھی نہیں
چیختی ہیں بُلبلیں، گل کا نشاں کچھ بھی نہیں
جس جگہ تھا جم کا جلسہ اور خسرو کے محل
چند قبروں کے سوا دیکھو وہاں کچھ بھی نہیں
ہو گئے لقمہ زمیں کا موت سے کھا کر شکست
فوجدار لشکرِ نوشیرواں کچھ بھی نہیں

انسانی زندگی اور فصل کی زندگی میں فرق صرف یہ ہے کہ ایک فصل زندگی کے تمام مراحل چند ماہ میں طے کر لیتی ہے اور انسان وہی مراحل ساٹھ ستر سال میں طے کرتا ہے۔ پھر یہ کہ کسی کھیتی سے فصل یکبارگی کاٹ لی جاتی ہے جبکہ انسان ایک ایک کر کے سفر آخرت پر روانہ ہوتا ہے۔ باقی کوئی فرق نہیں ہے۔ فصل کی زندگی کی طرح انسانی زندگی بھی فانی اور عارضی ہے۔ اُسے بھی ثبات نہیں ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جو ہمیں بار بار سمجھائی جاتی ہے، تاکہ ہم آخرت کی تیاری کریں، دنیا پر آخرت ترجیح دیں اور وہاں کی حقیقی کامیابی کے لئے اللہ کو راضی کریں۔

آگے فرمایا:

﴿ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ﴾

''اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔''

آخرت میں انسان کے دو ہی انجام ہوں گے۔ یا تو وہ لوگ ہوں گے جو حق سے اعراض اور سرکشی و نافرمانی کے سبب عذاب جہنم میں مبتلا کئے جائیں گے اور یہ عذاب انتہائی خوفناک ہوگا۔ اس کی خوفناکی کا ہم دنیا میں اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ آگ میں جلنے سے جب مجرمین کی جلد جل جائے گی تو انہیں دوسری جلد عطا کر دی جائے گی۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں فرمایا: ﴿ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا (۵۶) ﴾ ''...... جب ان کی کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ (ہمیشہ) عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں۔ بے شک خدا غالب حکمت والا ہے۔''

دنیا میں چند لمحے آگ یا کسی گرم چیز سے ہماری انگلی جل جائے تو یہ تکلیف ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ ذرا سوچئے، اُس عذاب کی شدت کا کیا عالم ہوگا جس میں مجرموں کو ہمیشہ جلنا پڑے گا۔

دوسرے وہ لوگ ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف مغفرت اور بخشش کا پروانہ عطا ہوگا، اور اللہ اُن سے راضی ہو گا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا کی زندگی میں اللہ کی رضا اور نجات اخروی کے حصول کے ہدف کو مقدم رکھا ہوگا۔ جنہوں نے اپنی عاقبت بنانے کے لئے دنیا کی رنگینی اور بے پناہ ترغیبات کو ٹھکرایا ہوگا۔ اے باری تعالیٰ ہمیں انہی لوگوں میں شامل کر دے۔ (آمین)

آگے فرمایا:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (۲۰) ﴾

''اور دُنیا کی زندگی تو متاعِ فریب ہے۔''

ہمیں یہ حقیقت ہر وقت اپنے پیش نظر رکھنی چاہیے کہ دنیا کی زندگی دھوکے کا سامان ہے۔ یہاں کی اصل حقیقت موت ہے، جس سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں، جب وقت آئے گا تو موت ہمیں آ دبوچے گی۔ جیسا کہ سورۂ نساء میں فرمایا: ﴿ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ﴾ (آیت:78)'' (اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں رہو، موت تو تمہیں آ کر رہے گی، خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو۔'' سورۃ الواقعہ میں انسان کی بے بسی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ (۸۳) وَاَنْتُمْ حِيْنَىِٕذٍ تَنْظُرُوْنَ (۸۴) وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ (۸۵) فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ (۸۶) تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۸۷) ﴾ ''بھلا جب روح گلے میں آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت کی حالت کو دیکھا کرتے ہو اور ہم اُس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں، لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔ پس اگر تم کسی کے بس میں نہیں ہو تو اگر سچے ہو تو روح کو پھیر کیوں نہیں لیتے۔''

جتنی بڑی حقیقت موت ہے، اتنی ہی بڑی حقیقت بعث بعد الموت ہے، جس کے بعد انسان کو اپنے اچھے بُرے ہر عمل کا حساب دینا ہوگا۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی عاقبت کو سنوارنے کی فکر کرے۔ چنانچہ آگلی آیت میں یہی بات فرمائی گئی ہے:

﴿سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (۲۱) ﴾

''(بندو) لپکو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور جنت کی (طرف)۔ جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا سا ہے۔ اور جو اُن لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھا رہا ہے کہ دنیا، جو دھوکے کا سامان ہے، اِس کے چکر میں نہ آؤ۔ تمہاری اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اُس کو سنوارنے کے لئے محنت کرو۔ تم دنیا میں مقابلہ کی بجائے آخرت بنانے کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ کرو۔ اللہ سے مغفرت کے حصول اور اُس جنت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو، جس کا عرض آسمان اور زمین جیسا ہے —— آج ہر طرف دنیا پرستی کی آگ بھڑک رہی ہیں۔ اِس بات کی تلقین کی جا رہی ہے کہ تمہاری زندگی یہی زندگی ہے، اِس کو بہتر بنانے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لاؤ، اِس کو پُر آسائش بنانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں لگا دو، (معاذ اللہ) جائز و ناجائز، حلال و حرام کے تصورات سے پیچھا چھڑاؤ۔ تمہارا ہدف یہ ہونا چاہیے کہ تم بڑے رقبے اور جائیداد کے مالک بن جاؤ۔ کئی کئی کنال رقبے پر محیط تمہاری شاہانہ رہائش ہونی چاہیے، تاکہ ایلیٹ کلاس میں شامل ہو سکو۔ اِس کے برعکس اللہ کی کتاب ہمیں بتا رہی ہے کہ تمہاری منزل دنیا نہیں، آخرت ہے، لہٰذا اصل کامیابی دنیا میں آسائشوں کا حصول نہیں، جنت حاصل کرنا ہے، وہ جنت کہ جسے اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

الحمدللہ، تقلیدی ایمان تو ہم میں سے ہر مسلمان کو حاصل ہے اور یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ آیا شعوری ایمان کی دولت بھی ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ کیا ہم ایمانی تقاضوں کو بھی پورا کر رہے ہیں۔ کیا فی الواقع نفس پرستی کو چھوڑ کر اللہ کی کامل بندگی کو ہم نے اپنا مقصد زندگی بنا لیا ہے، کیا ہماری زندگی سنت رسول ﷺ کے مطابق بسر ہو رہی ہے۔ اگر اِس کا جواب ''ہاں'' میں ہے تو یہ خوش بختی کی علامت ہے، لیکن اگر جواب ''نہیں'' ہے تو پھر یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اور ہمیں ابھی سے اپنی اصلاح کے لئے فکر مند اور کمر بستہ ہو جانا چاہیے۔ کیا خبر زندگی کا چراغ کب گل ہو جائے۔ سورۃ الحشر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ﴾ (آیت:18) ''اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (یعنی فردائے قیامت) کے لئے کیا (سامان) بھیجا ہے۔''

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

اتفاق یا حکمت؟

ندیم حق

یہ کائنات درحقیقت ایک منظم، مستحکم اور مربوط نظام تخلیق کا شاہکار دکھائی دیتی ہے مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ حد درجہ باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ تمام آفاقی اجسام یعنی سورج، چاند اور ستارے وغیرہ اپنے مقرر کردہ راستوں اور مدار پر رواں دواں ہیں اور اسی فضا میں سمندروں کا پانی زمین پر لانے کے لئے ایک بہترین انتظام کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے پانی کو بخارات بنا کر بادل بنائے جاتے ہیں اور پھر اس سے بارش ہوتی ہے۔ اگر یہ سلسلہ نہ ہوتا تو زندگی ناممکن ہوتی۔ اسی طرح جب ہم مختلف اقسام کے جانداروں کی نقل مکانی کے طریقہ کار پر غور کرتے ہیں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ بشمول نئی پیدا شدہ مچھلیاں جو اپنی ہی ہم جنسوں کی تلاش میں سمندر کے اندر ہزاروں میل دشوار گزار اور پرخطر سفر کرتی ہیں۔ اسیطرح شہد کی مکھیاں سورج کی روشنی میں رس چوسنے کے لئے پھولوں کی تلاش میں لگی رہتی ہیں۔ یہ معاملہ بھی ہمارے لئے قابل غور ہے کہ ہر چیز جوڑوں کی شکل میں پائی جاتی ہے۔

جب ہم کائنات کے ان روشن پہلوؤں پر غور کرتے ہیں، تو ہمیں خوش کن حیرت ہوتی ہے، اگر ایک منٹ کے لئے بھی یہ نظام بدل جائے تو سب کچھ درہم برہم ہو جائے۔ اگر زمین ذرا سی بھی اپنے مدار سے اِدھر اُدھر ہو جائے تو نہ پانی رہے اور نہ ہی اس کے بغیر زندگی باقی رہے۔ اصل میں جب ہم کائنات کے ان قوانین اور مربوط نظام کے تسلسل پر غور کرتے ہیں تو چونک جاتے ہیں۔ کس طرح جاندار اور بے جان اشیا مختلف رنگوں میں بنتی رہتی ہیں اور کس طرح یہاں وسعت اور ارتقاء کا عمل جاری رہتا ہے۔ ہر آن نئے انکشاف ہوتے رہتے ہیں۔

ہمارے ذہن میں فوراً ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ نظام جو ہماری کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے، کیا حادثاتی طور پر تشکیل پا گیا یا کوئی ایسی عظیم، حکیم اور خالق ہستی ہے جس نے یہ نظام تخلیق کیا ہے، جس نے جاندار اور بے جان اشیاء پیدا کیں اور وہ خالق ایک ایسا ہنرمند ہے کہ اُس نے انہیں مرحلہ وار یا متفرق طریقوں سے بنایا ہے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ چند الفاظ یا حروف خود بخود اس کاغذ پر اس طرح آ گئے ہوں کہ ایک پرمعنی اور باہم مربوط تحریر بن گئی ہو؟ اگر ایسا ممکن نہیں تو ایک انسان جو کان بھی رکھتا ہے، آنکھیں بھی رکھتا ہے اور دماغ بھی ہے، وہ اتفاقیہ وجود میں آ گیا ہو؟ پھر کیسے یقین کرلیا جائے کہ یہ اتنی وسیع کائنات جس میں ان گنت کروڑوں اربوں سیارے ہیں کسی حادثہ کا نتیجہ ہو؟ کیا مختلف اشیاء کو استعمال میں لاکر اور باہم ملاکر ایک یونٹ تیار کرنا، اس کاغذ کی بامعنی تحریر سے کہیں زیادہ بڑا کام نہیں؟

ہم جانتے ہیں کہ ہم خود بخود وجود میں نہیں آ گئے۔ پیدائش سے پہلے کے مختلف ادوار ہم نے ایک قدرتی قانون کے تحت بسر کئے ہیں لیکن یہ قانون کیا ہے اور کس نے بنایا ہے یہ محض اتفاق ہے یا مبنی بر حکمت ہے؟ یہ سوچنا کہ بہت سے خدا ہیں، کیسا ہے؟ کیا یہ طلسماتی اور حیرت انگیز کائنات اس کا نتیجہ ہوسکتی ہے؟ کیا اس کائنات کا تکمیلی مرحلہ بہت سے خداؤں کی باہمی چپقلش اور دشمنی سے جبکہ ہر کوئی تختِ سلطنت پر متمکن ہونا چاہتا ہو، انتشار اور بربادی میں تبدیل نہ ہو جاتا؟ اگر ایسا ہوتا تو ہم یہاں تسلسل کی بجائے ہر امر میں بے قاعدگی دیکھتے۔ بجائے بارش کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آسمان سے بڑی تعداد میں ہاتھی گرتے اور اس دنیا میں چھتری کا استعمال ایک مصیبت ہوتا۔ پھر ان حالات میں یہ سوال اٹھتا کہ پہلے کون سا خدا آیا تھا، اور کیوں آیا تھا؟ اس کے برعکس اگر ہمیشہ سے کائنات ایک ہی ضابطہ پر عمل پیرا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ کائنات کا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اگر یہ نقطہ یعنی کائنات حادثاتی طور پر یا بہت سے خداؤں کے ہاتھوں تخلیق ہوئی، غلط ہے تو پھر ایک ہی واحد حکمران ہستی اس کائنات کی خالق ہے جس کی دانش اور حکمت مکمل اور اٹل ہے۔ تو پھر اُسے نہ تو کسی نائب کی ضرورت ہے، نہ درمیانی رابطہ رکھنے والوں کی اور نہ ہی انسانی شکل میں آنے کی۔ وہ تو ایک ہی ہے۔ اُسے کسی انسان یا غیر انسان کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اُس دانشمند اور حکیم ہستی نے تمام زندہ اور غیر زندہ چیزوں کو تخلیق کیا ہے۔ اُسی کا نظام ہر جگہ میں کارفرما ہے۔ وہ خود مختار ہے جیسا کہ اُسے ہونا چاہیے۔ اگر ہمارا حتمی نتیجہ یہی ہے تو پھر مادے اور قوت کی تمام بے شمار اشکال اور جیتے جاگتے انسان کی بناوٹ اسی واحد و خود مختار حکمران کی حکمت و دانائی سے بنائے گئے قوانین کی مرہونِ منت ہے۔

اس کے علاوہ انسان اِن قدرتی قوانین کا پابند ہوتے ہوئے ایک دماغ بھی رکھتا ہے اور سوچنے سمجھنے میں خود مختار ہوتے ہوئے سوال بھی اٹھا سکتا ہے، اور دلائل بھی ڈھونڈ سکتا ہے۔ ایسا سوچ بچار کرنے والا انسان اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ خالق ایک ہی ہے، جو واحد ہے اور یہ بامقصد تخلیق اُسی کی تخلیق کردہ ہے۔ ایسا شخص لامحالہ اس سچائی کو پاکر اپنے آپ میں اور اس دنیا میں سکون اور امن محسوس کرے گا۔

سچائی کی تلاش کرنے والے لوگ ہر دور میں رہتے رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔ وہ ہرے بھرے اور گھنے جنگلات میں بھی رہتے ہوں گے، اور ہماری طرح مشہور اور بھیڑ بھاڑ رکھنے والے شہروں میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں اگر سچائی کے خوگر اور حق پر ایمان رکھنے والے شخص کو جو اپنے آپ کو اُس واحد اور علیم و حکیم ہستی کے سپرد کردے اور اس کی تمام قدروں اور احکام پر بھی پختہ یقین رکھتا ہو ایک نام دینا ہو تو مختلف زبانوں کی سائنٹیفک تحقیق کے بعد ہم جس لفظ پر پہنچتے ہیں، وہ ''مسلم'' ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم ایم ایس سی (کیمسٹری)، اہلحدیث، گورنمنٹ کالج میں لیکچرر، باپردہ، صوم وصلوٰہ کی پابند، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4191201

☆ لاہور سے مغل فیملی کی بچیاں، پابند صوم صلوٰۃ، خوبصورت، ماہر امور خانہ داری، عمر 28 سال، ایم اے انگلش۔ عمر 26 سال، ایم سی ایس کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ بیگم الیاس: 042-6116479

☆ بچی، عمر 28 سال، تعلیم ایل ایل بی، ایم اے پولیٹیکل سائنس پارٹ II، قد 5 فٹ 5 انچ، ملازم، کے لئے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: بیگم شوکت مغل، 0345-5046959

☆ لاہور میں مقیم متوسط فیملی کو بیٹے، عمر 35 سال، ایم۔ اے پولیٹکل سائنس اور برطانیہ سے انٹرنیشنل ریلشنز میں ڈپلومہ ہولڈر کے لئے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 5891196 5720616

☆ رفیق تنظیم، عمر 35 سال، ذاتی کاروبار، دوسری شادی (پہلی بیوی سے بوجوہ علیحدگی)، کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ رفیقۂ تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0333-2717617

آمریت: ایک ذہنی کیفیت

محمد سمیع

آمریت ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے۔ آمر کے لیےضروری نہیں کہ اس کاتعلق بادشاہت سے ہو یا فوج کی سربراہی سے۔ سویلین لوگوں میں بھی آمریت ہوسکتی ہے بلکہ ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ آمریت ہی ہے جس نے وطن عزیز کواس حال پر لاکھڑا کیا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہماری تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں مل جائیں گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی بنیاد اس دن رکھ دی گئی تھی جب بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح نے ڈھاکہ یونیورسٹی کے کرزن ہال میں یہ بیان دیا تھا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو اور صرف اردو ہوگی۔ جب آپ نے اس ملک کی بنیاد پارلیمانی جمہوریت پر رکھی تھی تو آپ کو اس بات کا حق نہ تھا کہ ملک کی عظیم اکثریت کے مطالبے کو اس طرح مسترد کرتے۔ پاکستان متحد رہتا، بھلے اس میں دوقومی زبانیں ہوتیں تو کیا یہ اس سے بہتر نہ ہوتا کہ ملک شکست وریخت کا شکار ہوجائے۔ اب دنیا کے نقشے میں دوممالک موجود ہیں جن کی اپنی اپنی قومی زبان ہے۔ اگر پاکستان متحد رہتا تو ملک کے دونوں بازوؤں میں دونوں زبانوں کو پنپنے کا موقع ملتا۔ شکست وریخت کے علاوہ ان دونوں زبانوں کو بھی نقصان پہنچا کہ نہ پاکستان میں بنگلہ زبان کا وجود ہے اور نہ ہی بنگلہ دیش میں اردو کا بلکہ بنگلہ دیش میں 36 سال گزر جانے کے باوجود اردو سے نفرت میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ اس فیصلے سے نہ صرف یہ کہ ملک کے دولخت ہونے کی بنیاد پڑی بلکہ اس شکست وریخت کے نتیجے میں بے شمار المیوں نے جنم لیا جن میں سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ گزشتہ 36 سال سے لاکھوں افراد بنگلہ دیش کے کیمپوں میں جانوروں سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بزرگوں نے اگر پاکستان کے حق میں ووٹ نہ دیا ہوتا تو پاکستان کا وجود میں آنا بھی مشکل تھا۔

ملک غلام محمد کے کردار سے کون واقف نہیں۔ انتہائی معذوری کی حالت میں بھی اس نے اقتدار سے چمٹے رہنا اپنا حق سمجھا۔ نظریہ ضرورت کا فلسفہ بھی اسی کے دور میں ایجاد ہوا، جس نے فوجی طالع آزماؤں کو اقتدار پر قبضہ کرنے کا ہر دور میں جواز مہیا کیا اور ایک فوجی آمر ہی اس ملک کی شکست وریخت کا ذریعہ بنا۔ ملک غلام محمد کا تعلق بیوروکریسی سے تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو جو اپنے آپ کو جمہوریت کا چیمپئن سمجھتے تھے اُن کے اندر جو ڈکٹیٹر چھپا تھا اس کے رویوں نے لوگوں کے دلوں میں نفرت کا بیج بویا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس خود ساختہ قائدِ عوام کو اپنے خلاف ایک بھرپور تحریک کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیجے میں نہ صرف اسے اقتدار سے ہاتھ دھونا پڑا بلکہ زندگی سے بھی۔ پاکستان کی شکست وریخت میں یہ دوسرا اہم کردار تھا جس نے یہ کہا تھا کہ اگر مغربی پاکستان سے کوئی رکن اسمبلی ڈھاکہ میں پارلیمنٹ کے اجلاس میں گیا تو اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔ وہ کوئی فوجی ڈکٹیٹر نہ تھا لیکن اس کا کارنامہ یہ ہے کہ وہ ایک جمہوری ملک میں عوامی لیڈر ہونے کے باوجود بحیثیت سویلین مارشل ایڈمنسٹریٹر اقتدار میں آیا۔

پاکستان کے دوسرے ہردلعزیز لیڈر میاں محمد نواز شریف تھے جنھیں یہ شرف حاصل تھا کہ اسمبلی میں ان کی پارٹی کو دوتہائی اکثریت حاصل تھی۔ ان کے آمرانہ اقدامات کا تذکرہ کرنا میں اس لیے ضروری نہیں سمجھتا کہ یہ سب کچھ کل کی بات ہے اور عوام کا حافظہ کمزور سہی لیکن اتنا کمزور بھی نہیں کہ کل کی بات کو بھی بھلا دیا جائے۔ میں صرف اس کی ایک مثال پیش کروں گا کہ ان کی حکومت نے جو شریعت بل مرتب کیا تھا اسے دینی قیادت نے اپنی بادشاہت قائم کرنے کی کوشش قرار دیا تھا۔

وطن عزیز میں بار بار حکومتوں میں جو تبدیلیاں برپا ہوئیں، وہ حکمرانوں کی آمرانہ روش کا نتیجہ رہی ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کے ہر آنے والی حکومت پچھلی حکومت سے بدتر ہی ثابت ہوتی رہی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے حکمرانوں کی آمرانہ ذہنیت میں اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اسلام میں بادشاہت بھی پسندیدہ ہے اگر اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر عمل درآمد ہو رہا ہو۔ حضرت داؤد اور سلیمان کی مثالیں موجود ہیں۔ ہماری تمام مصائب کی وجہ ہمارا شریعت سے انحراف ہے۔ گوکہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا لیکن آج تک ہمارے قائدین نے یہاں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ ہمارے ان حکمرانوں سے جو سیکولر ذہن رکھتے ہیں، اس کی توقع ہی فضول ہے۔ خود ہماری دینی قیادت کا معاملہ بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ صوبہ سرحد میں ایم ایم اے کے پانچ سالہ دور حکومت میں بھی اس طرف بظاہر توجہ نہیں دی گئی سوائے اس کے کہ کچھ نمائشی اقدامات کئے گئے۔ دراصل اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کی جدوجہد کے لیے قربانی ناگزیر ہے۔ اور اس راہ میں سیاسی مراعات ہیں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ ہماری دینی قیادت بھی اگر برا نہ مانے تو اس سے مستثنیٰ نہیں۔ جبھی آخر وقت تک ایم ایم اے اپنی ڈیڑھ حکومت سے علیحدگی پر آمادہ نہ تھی۔ وہ تو حالات نے انہیں مجبور کر دیا لیکن ایسے وقت جب اس کی افادیت باقی نہ رہی۔ ان کے قائدین کو اس پر اتنا افسوس ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سب سے زیادہ قربانی دی جو رائیگاں گئی۔ اس سے ان کے اقتدار سے چمٹے رہنے کے رویہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جہاں عدل نہ ہو وہاں ظلم ہوتا ہے۔ ظلم نے لوگوں میں احساس محرومی کو جنم دیا جس کے نتیجے میں ہمارا ملک دولخت ہوا لیکن ہم نے اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ آج بھی ہمارے وطن میں عدل عنقا ہے۔ اس کے نتیجے میں وہی کچھ ہوتا ہے جس کا ہمیں سامنا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی ذاتی زندگی میں ممکنہ حد تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل کرے۔ حکمرانوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ یہاں اسلام کا نظام عدل اجتماعی نافذ کریں۔ ظاہر ہے کے یہ کام اتنی آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے ایک پرامن اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے اور یہ جدوجہد بغیر جانی ومالی قربانی کے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

انتخاب سے اقتدار تک

سید قاسم محمود

ترکی کے آئین کے مطابق دسمبر 1995ء میں آئندہ پانچ سال کے لیے پارلیمانی انتخابات مقرر تھے۔ تمام سیاسی جماعتیں اپنی اپنی کامیابی کے لیے سرتوڑ جدوجہد اور سیاسی جوڑتوڑ میں مصروف تھیں۔ مئی کا مہینہ آیا تو فتح استنبول کی 542 یادگاری تقریب اِس سیاسی جدوجہد کا مرکز بن گئی۔ 28 مئی کو ہر سال رفاہ پارٹی، اسلامی وقومی رجحانات کی حامل دوسری جماعتیں، بعض ٹیلی ویژن اسٹیشنوں اور خود استنبول کی بلدیہ کی کوشش کی وجہ سے سلطان محمد الفاتح (دورِ حکومت 1451ء - 1481ء) کی فتح قسطنطنیہ (28 مئی 1453ء) کی یادگار منانے کے لیے زبردست تقریبات کا اہتمام ہوتا ہے۔ اسلام پسند جماعتوں نے اِس یادگاری تقریب کا اہتمام اس لیے شروع کیا تھا کہ ترکی کو اس کے عظیم الشان قومی ورثے، تاریخ وثقافت اور تشخص سے مربوط کیا جائے اور اسلام اور اسلامی تہذیب سے رابطے کا احیاء کیا جائے۔ سیکولر عناصر کی کوشش یہ رہتی ہے کہ اس تاریخ ساز فتح کی یادگاری تقریب کو بھی رقص وسرود اور لہو ولعب میں برباد کر دیا جائے اور اس طرح ترک قوم کے ماضی پر پردہ پڑا رہے۔

جامع مسجد ایا صوفیہ

فتح استنبول یعنی فتح قسطنطنیہ کی 542 ویں یادگاری تقریب کے موقع پر سیکولر عناصر نے جامع مسجد ایا صوفیہ میں ''نرسیس'' کے نام سے رقص وسرود کا ایک ثقافتی پروگرام منانے کا اعلان کیا۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جامع مسجد ایا صوفیہ کی اہمیت پر مختصراً روشنی ڈالی جائے۔ ایا صوفیہ استنبول کی سب سے بڑی جامع مسجد ہے اور زمانہ قدیم میں مشرقی دنیائے نصرانیت کا سب سے بڑا صدر کلیسا تھا۔ اسے قسطنطین اعظم کے بیٹے قسطنطیوس نے، باپ کی وصیت کے مطابق اپنے برادرِ نسبتی لائی سینس پر فتح پانے کے بعد تعمیر کرایا تھا۔ 15 فروری 360ء کو اِس کی رسم تقدیس ادا کی گئی تھی۔ سلطان محمد الفاتح نے 28 مئی 1453ء کو قسطنطنیہ فتح کیا تو یہ کلیسا مسجد میں تبدیل کر دیا گیا اور وہاں اللہ اکبر کی اذانیں گونجنے لگیں۔ کلیسا کے اندرونی حصے میں مختلف ادوار میں مختلف تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ وہ پچی کاری، جس سے چھتوں اور دیواروں کو مزین کیا گیا تھا، سرمئی قلعی کے نیچے چھپا دی گئی۔ وہ بُت نشین دیوار جو پادریوں اور عوام کے درمیان حائل تھی، توڑ ڈالی گئی۔ قبلہ یروشلم سے ہٹا کر مسجد حرام کی جانب کر دیا گیا۔ سلطان فاتح نے زبردست پُشتے بنوائے اور موجودہ اونچے اور پتلے میناروں میں سے پہلا مینار بھی اُسی کا تعمیر کردہ ہے۔ باقی دو مینار اُس کے بیٹے سلطان مراد ثالث نے بنوائے۔ سولھویں صدی کے نصف آخر میں عیسائی قبرستان کو سلاطین کے قبرستان میں تبدیل کرنے کا کام شروع ہوگیا۔ سلطان مُراد رابع نے مسجد کی خالی دیواروں کو مشہور خطاط مصطفیٰ چلپی سے بڑے بڑے سنہری حروف میں آیاتِ قرآنی لکھوا کر مزین کرا دیا۔ خلفائے راشدین کے نام بھی نہایت واضح اور جلی حروف میں لکھے گئے۔

مغرب ترکی میں مضبوط و مستحکم سیاسی اسلام سے خوف زدہ ہے۔ وہ اپنے افراد کے ذریعے ایک متبادل اسلام کی ایجاد پر لگا ہوا ہے، جس پر علاقائیت کی گہری چھاپ ہو اور یہ اسی صورت ممکن ہے کہ اسلام کے عالمی تصور کو کمزور کیا جائے

سلطان مراد رابع کے بعد مسجد کی نگہداشت میں کمی ہوتی گئی اور اسی دور سے سلطنتِ عثمانیہ کا عام زوال بھی شروع ہوگیا۔ 1906ء کے موسم گرما میں وزیر تعلیم نے مسجد سے ملحق کتب خانے کی عمارت کی مکمل مرمت کا حکم صادر کیا، جس کی دیکھ بھال کے لیے پانچ مہتمم مقرر تھے۔ 1934ء میں صدر جمہوریہ کمال اتاترک نے اعلان کیا کہ آج سے ایا صوفیہ اسلامی عبادت گاہ نہیں رہے گی۔ انہوں نے اسے ادارہ نوادر خانہ کی تحویل میں دے دیا۔ بعدازاں کنیسا کے اندر جو تصویریں منقش تھیں، اُن کے اوپر سے قلعی دُور کر دی گئی اور 1936ء میں حضرت مریم، شہنشاہ قسطنطین اور شہنشاہ یوسنیانوس کی تصاویر دوبارہ دکھائی دینے لگیں۔

28 مئی 1995ء کو ''فتح استنبول'' کی 542 ویں یادگاری تقریب منانے کے لیے سیکولر حکومت نے ایا صوفیہ کو مرکز بنایا اور یہاں ''نرسیس'' کے نام سے رقص وسرود کا ایک ثقافتی پروگرام منانے کا اعلان کیا۔ مگر اسلام پسند عناصر کی بروقت مداخلت نے وزیر ثقافت کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ اُس نے جامع مسجد کی بجائے اُس کے باغیچے میں اِس تقریب کے انعقاد کا اعلان کیا، مگر مسلمانوں نے اسے بھی گوارا نہ کیا۔ وہ ایک روز پہلے 27 مئی کو احتجاجی مظاہرے کے لیے بہت بڑی تعداد میں جمع ہوئے اور ثقافتی تقریب پر پابندی لگانے اور جامع مسجد کو نماز کے لیے واگزار کرنے کا مطالبہ کیا۔ حکومت نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا، جبکہ 1453ء سے 1934ء تک مسلسل اس میں توحید کی اذان گونجتی رہی تھی۔ یہ عصمت انونو تھا جس نے جامع مسجد کو عجائب گھر میں تبدیل کیا تھا۔

آخر کار اگلے دن 29 مئی 1995ء کو رفاہ پارٹی نے انونو سٹیڈیم میں ایک عظیم الشان تقریب کا اہتمام کیا جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد شریک ہوئے۔ مختلف اسلامی ممالک کے نمائندوں نے شرکت کر کے استنبول کی قدیم شوکت وسطوت کے احیاء کی راہ ہموار کی۔ عوام کا اژدحام اور جوش وخروش دیدنی تھا۔ ترک جوشِ مسرت سے رو پڑے۔ کلمۂ توحید کے سبز عربی پرچموں کے جلو میں بوڑھے اور جوان، خواتین اور مرد چیخ اُٹھے۔ انہیں فتح قسطنطنیہ کی تاریخی یاد نے تڑپا دیا۔ پروفیسر نجم الدین اربکان نے اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''جو شخص ایا صوفیہ کو اُس کے مقصد تعمیر اور سلطان محمد الفاتح کی وصیت کے خلاف استعمال کرے گا، اُس پر اللہ کی لعنتوں کی بارش ہوگی۔ ہم عُریاں خواتین کو ایا صوفیہ جامع مسجد میں رقص کی اجازت نہیں دیں گے۔''

سیکولر اسلام کا نیا ایڈیشن

صدرِ مملکت سلیمان دیمریل نے اسلام پسند عناصر کا راستہ روکنے کے لیے ایک نئی سازش تیار کی۔ اُس نے سیکولر اسلام کا ایک ملغوبہ تیار کرنے کا منصوبہ بنایا جس کی زد سیکولرازم پر نہ پڑتی ہو جو حکومت کے ملحدانہ اقدامات کی راہ میں حائل نہ ہو اور جس کے ذریعے انقلاب و احیاء کی چنگاریوں کو سرد کیا جا سکے۔ چنانچہ اُس نے ہائر ایجوکیشن کمیٹی کو ہدایات دیں کہ ایک ''اسلامی منشور'' کی تدوین کے لیے چھ علماء کی ایک مجلس بنائے جو ''اسلام کی حقیقت'' کی تشریح و توضیح کرے اور عوام کو اُس سے روشناس کرائے اور اماموں

اورخطیبوں کے مذہبی مدارس اور دینی کالجوں میں اِن تعلیمات کی درس و تدریس کا انتظام کرے۔ چنانچہ اِس صدارتی آرڈیننس پر بڑی مستعدی اور سُرعت سے عمل درآمد ہُوا۔ آناًفاناً سیکولر اسلام کا ایک اور ایڈیشن تیار ہوگیا، جس کا عنوان تھا ''حقیقت اسلام'' اور یہ پوری کتاب کا پہلا حصہ تھا۔ اس کے ایک لاکھ 25 ہزار نسخے مارکیٹ میں آ گئے۔ زیادہ تر مفت تقسیم کئے گئے۔ اِس کتاب کا مقصد بقول سیکولر حکمرانوں کے ''حقیقی اسلامی مذہب کی نشرواشاعت تھا جس میں مختلف مذاہب و مکاتب اور فرقوں کے درمیان تصادم سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی تھی۔''

ترکی کے ایک صحافی مصطفیٰ اوز جان نے حکومتی سازشوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ''سلیمان دیمریل کی یہ چال بھی ناکام ہوگئی، کیونکہ ترکی اور دوسرے تمام ممالک میں مذہب کو سلطنت کے وقتی مفادات و مصالح کا تابع بنانے کی شرمناک کوشش ماضی میں بھی کبھی بارآور نہ ہوسکی۔ اسلام کے خلاف ایک طویل جنگ لڑنے اور اس میں مسلسل شکست کھانے کے بعد ترک حکومت اب مفاہمت پر اُتر آئی ہے اور صدرِ مملکت ایک قومی اسلام کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ مغرب بھی ''عالمگیر اسلام'' کے تصور سے خوف زدہ ہو کر ''علاقائی اسلام'' کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہے، تاکہ عالمِ اسلام کے اتحاد کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے۔''

صحافی اوز جان نے مزید لکھا: ''ترکی میں مضبوط و مستحکم سیاسی اسلام سے مغرب خوف زدہ ہے۔ وہ اپنے افراد کے ذریعے ایک متبادل اسلام کی ایجاد پر لگا ہوا ہے، جس پر علاقائیت کی گہری چھاپ ہو اور جو ترکی کے لیے سازگار ہو، اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ اسلام کے عالمی تصور کو کمزور کیا جائے، خاص طور سے جب وہ ستر برسوں سے اسلام پر الحاد اور عیسائیت کا لبادہ اوڑھانے میں مصروف رہے اور انہیں نامُرادی کے سوا کچھ نہ ملا۔''

اوزان نے زور دے کر لکھا کہ ''ان تمام سازشوں کا انجام ناکامی ہے، کیونکہ انڈونیشیا میں پنج شیل کا پروگرام آج تک اسلام کا متبادل نہیں بن سکا۔ ترکی بھی انڈونیشیا کی تقلید میں اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کرنے میں مصروف ہے۔ سلیمان دیمریل نے اُن مذہبی ثانوی مدارس اور دینی کالجوں کے طلبہ کو ہدف بنایا جو رفاہ پارٹی (سابق ملی سلامت پارٹی) نے مخلوط حکومت میں شامل ہوکر قائم کیے تھے اور جہاں سے مذہبی بیداری کی لہر اُٹھی تھی۔ اب حکومت چاہتی تھی کہ وہاں سے سیکولر حکومت کے وفادار طلبہ اور خطیب فارغ التحصیل ہوں تاکہ ترکی برانڈ پنج شیل کی ترویج ہوسکے''

[پنج شیل یعنی پانچ اصول، انڈونیشیا کے صدر سوکارنو کا وہ سیکولر پروگرام ہے جس میں انہوں نے مذہب اور سیکولرازم کا ایک معجون مرکب تیار کیا تھا۔]

علویوں کا متبادل قُرآن

جون 1995ء میں بازاروں میں ایک نیا قرآن فروخت ہونے لگا جس پر Al-Ternutif Kuraan کا عنوان تحریر تھا۔ یہ دراصل علوی شیعہ کی ایک سازش تھی اور وہ ترکوں کو مذہبی تصادم میں مبتلا کر کے رفاہ پارٹی کو اگلے الیکشن میں ناکام بنانا چاہتے تھے، تاکہ مذہبی منافرت کی آڑ لے کر حکومت اسلام پسند جماعتوں پر پابندی لگا دے۔ اس قرآن کا عربی متن بالکل صحیح تھا۔ اس میں کسی تحریف و ترمیم کی جسارت نہیں کی گئی تھی، بلکہ اِس کی ترکی زبان میں جو تشریح و تفسیر کی گئی تھی، وہ بڑی فتنہ انگیز تھی۔ اس قرآن کو ترکی کی

صدرِ مملکت سلیمان ڈیمریل نے سیکولر اسلام کا ایک ملغوبہ تیار کرنے کا منصوبہ بنایا جس کی زد سیکولرازم پر نہ پڑتی ہو اور جو حکومت کے ملحدانہ اقدامات کی راہ میں حائل نہ ہو چنانچہ آناًفاناً سیکولر اسلام کا ایک ایڈیشن تیار ہو گیا، جس کا عنوان تھا ''حقیقت اسلام''

سڑکوں اور بازاروں میں ''مصحفِ فاطمہ'' کا نام دیا گیا، مگر دینی کالجوں کے اساتذہ نے بروقت اس کی تردید کر دی اور اعلان کیا کہ قرآن بس ایک ہے اور شیعہ و سنی کسی ماخذ میں ''مصحفِ فاطمہ'' کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

ادارہ مذہبی اُمور کے سربراہ محمد نُوری ایلماز نے ایک بیان میں کہا کہ ''متبادل قرآن'' کی اصطلاح ایک بہت بڑی غلطی ہے اور وہ اس نسخے پر ایک انکوائری کمیٹی بٹھائیں گے۔ ادارہ الجنۃ التعریف کے صدر حسن مشالی علوی نے ایک بیان جاری کیا کہ علویوں کے لیے ایک علیحدہ قرآن کی اشاعت دراصل ایک گھناؤنی سازش ہے اور اِس کا مقصد علویوں کو تباہ کرنا ہے اور اُس شرمناک منصوبے کی ایک کڑی ہے جو شیعہ سُنی فسادات کے لیے تیار کیا جاتا ہے، کیونکہ جب اِس طرح کے پروپیگنڈے ہوں گے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ شیعہ اسلام کے دائرے سے خارج ہیں، اور اِس طرح کی باتیں فتنہ انگیز ہیں کہ یہ قرآن علویوں کے لیے تیار کیا گیا ہے اور یہ کہ موجودہ قرآن سے امام علیؓ اور آلِ بیت سے متعلق آیات نکال دی گئی ہیں۔ یہ باتیں غلط ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ علویوں کے نزدیک جو تفسیری نکات درست ہیں، اور جن کا تعلق آلِ بیت سے ہے، انہیں اِس نسخے میں جگہ دی گئی ہے۔'' یہ گویا علوی ردِعمل کا اظہار تھا۔

ترکی میں علویوں کا مسئلہ خلافتِ عثمانیہ سے براہِ راست مربوط ہے۔ وہ عثمانیوں کو سنی حکومت کے نقیب قرار دے کر اُن کے خلاف مسلسل ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے۔ چار صدیاں قبل پیر سلطان عبدال نے حکومت کے خلاف مزاحمتی تحریک کی قیادت کی۔ چنانچہ سلطان سلیم نے ایک مذہبی فتوے کی بنیاد پر علویوں کی تطہیر کی مہم چلائی، جس کی کسک وہ آج تک اپنے دل میں محسوس کرتے ہیں۔ انہیں مصطفیٰ کمال پاشا کے برسراقتدار آنے پر ہی اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا۔ 1919ء میں جب مصطفیٰ کمال نے علویوں کے سلسلۂ بکتاشیہ کے بانی حاجی بکتاش ولی کے مزار کی زیارت کی اور اپریل 1920ء میں اُس نے علوی رہنما شلبی جمال الدین آفندی کو مجلس ملی کبیر کا نائب صدر بنا دیا تو علویوں نے کھل کر اُس کا ساتھ دیا اور اُس کے ہر طرح کے اقدامات کے حامی بن گئے۔ 1950ء تک وہ حکومت کا کل پُرزہ بن کر دادِ عیش دیتے رہے، مگر جب عدنان مدریس برسراقتدار آئے تو پھر اُن کی راتوں کی نیند اُڑ گئی، کیونکہ مندریس کے مزاج میں اسلام کی محبت جاگزیں تھی۔

اِس مسئلے کا خطرناک پہلو علویوں کی نئی تنظیم ''کیزل یول'' (سرخ گزرگاہ) کا وجود ہے جو کُردوں کی طرح ایک آزاد علوی ریاست کے قیام کی علم بردار ہے۔ اب علویوں کی جانب سے مستقل مطالبے ہونے لگے کہ سیاسی پارٹیوں کے پروگراموں اور حکومت کے تمام فیصلوں میں اُن کے جداگانہ تشخص کا لحاظ رکھا جائے۔ مذہبی اُمور کی سربراہی مجلس میں انہیں بھی شریک کیا جائے۔ شیعہ آبادیوں میں مساجد کی تعمیر پر بندش لگا دی جائے اور بڑے شہروں میں علویوں کے بیت الصلوۃ کی تعمیر کے لیے جگہ مخصوص کی جائے۔ علوی مطالعات کے ادارے قائم کیے جائیں۔ مملکت کی سُنی آئیڈیالوجی کا خاتمہ کیا جائے۔ حکومت مذہب کی سرپرستی سے ہاتھ اُٹھا لے اور تمام مذاہب کی سرگرمیوں پر ہونے والے اخراجات کی کفالت کرے اور سیکولرازم کا مکمل نفاذ کرے۔ امنِ عامہ کی خاطر سنی دینی تعلیم پر پابندی لگائی جائے اور 1982ء کے دستور سے وہ تمام دفعات خارج کی جائیں جو سیکولرازم کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کرتی ہیں۔ اِن میں سے بعض مطالبات کی حمایت سیاسی سطح پر ''پیپلز ری پبلک پارٹی'' نے کی اور اس پر مستزاد اندرون و بیرون ملک کی تین سو سے زائد شیعہ تنظیموں کی پُشت پناہی بھی اِن مطالبات کو حاصل ہوئی اور یوں شیعہ سنی تصادم کی راہ ہموار کرنے کی پوری کوشش کی گئی۔

(جاری ہے)

قاصدانِ بیت اللہ

حج میں غلطیوں سے بچیں

حافظ طاہر اسلام عسکری

حج ارکان اسلام میں سے ایک عظیم رکن ہے اور اگر سنت نبوی ﷺ کے مطابق اس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی ادائیگی کی جائے تو اجر عظیم کا باعث ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: ''جس نے حج کیا اور اس میں نہ تو شہوت کی کوئی بات کی اور نہ ہی معصیت کا کام کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو جاتا ہے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے جنم لیتا ہے۔'' (متفق علیہ) اور ایک اور حدیث میں ہے کہ ''ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ کے دوران اگر کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے تو یہ دیگر تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' (متفق علیہ)

حج چونکہ عظیم عبادت ہے اس لئے لازم ہے کہ اسے عبادت کی شرائط کو مدنظر رکھ کر ادا کیا جائے۔ عبادت کی بنیادی طور پر دو شرائط ہیں۔

1۔ وہ خالصتاً خدا تعالیٰ کے لئے ہو۔ اگر ریاکاری آ جائے تو عمل برباد ہو جاتا ہے۔

2۔ دوسری لازمی شرط ہے سنت کے مطابق ہونا۔ اگر انسان نیک عمل کرے لیکن طریقہ سنت نبویؐ کے مطابق نہ ہو تو وہ بھی خدا تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا شرف حاصل نہیں کر پاتا۔ اسی لیے آپؐ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عبادات کا طریقہ اپنے ارشادات سے بھی سمجھایا کرتے تھے اور عمل کے ذریعے بھی۔ چنانچہ فرمایا: ((خذوا عنی مناسککم)) ''مجھ سے اپنے حج کے طریقے (سیکھ) لو'' (صحیح مسلم)

لہٰذا جن خوش نصیبوں کو فریضۂ حج کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہو جائے انہیں چاہئے کہ باقاعدہ حج کا طریقہ سیکھیں۔ کیونکہ جو چیز فرض ہوتی ہے اس کا طریقہ سیکھنا بھی فرض ہوتا ہے۔

ذیل میں بعض ایسے امور کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جن سے ناواقفیت کے باعث لوگ دوران حج ان کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں، جس سے حج جیسی عظیم عبادت صحیح طور پر ادا نہیں ہو پاتی۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ دوران حج ان غلطیوں سے بچنے کی کوشش کی جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو سنت نبوی ﷺ سے ثابت نہ ہو۔

1۔ احرام سے متعلقہ غلطیاں

بعض عازمین جو فضائی راستے سے سفر کرتے ہوئے سعودی عرب جاتے ہیں وہ احرام باندھنے میں تاخیر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جدہ ایئرپورٹ پر اتر کر احرام باندھتے ہیں، لیکن یہ درست نہیں۔ احرام کے لئے باقاعدہ جگہیں مقرر ہیں جنہیں میقات کہا جاتا ہے۔ پاکستانیوں کے لئے میقات یلملم ہے۔ لہٰذا جب اس جگہ سے جہاز گزرے تو احرام باندھ لینا چاہیے اور اس کا باقاعدہ اعلان بھی کیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ علماء نے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ اگر جہاز میں احرام باندھنے میں مشقت کا اندیشہ ہو تو جہاز میں سوار ہونے سے قبل بھی احرام باندھا جا سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ تلبیہ اسی وقت شروع کرنا چاہئے جب میقات پر پہنچ جائیں۔ یاد رہے کہ میقات سے گزرنے کے بعد کسی جگہ سے احرام باندھا تو دم واجب ہو گا جو مکہ میں ذبح کر کے حرم کے فقراء و مساکین میں تقسیم کیا جائے گا۔

2۔ کچھ لوگ احرام باندھ کر تصاویر بناتے ہیں اور یادگار کے طور پر محفوظ کر لیتے ہیں تاکہ دوستوں اور عزیزوں کو دکھا سکیں۔ یہ کام دو پہلوؤں سے غلط ہے:

الف۔ تصویر بذات خود ایک ناپسندیدہ فعل ہے اور احادیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے، لہٰذا نیکی و اطاعت کے کام کو معصیت سے آلودہ کرنا عبادت کے بنیادی تقاضوں ہی کے خلاف ہے۔

ب۔ دوسرے یہ ہے کہ اس سے ریاکاری پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہے جو کہ شرک اصغر ہے اور اعمال کی بربادی کا باعث ہے۔

3۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ احرام باندھتے وقت ان تمام اشیاء کا پاس ہونا ضروری ہے جن کی استعمال کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً جوتے، لباس، روپے پیسے وغیرہ۔ حالانکہ شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں اور حسب ضرورت کوئی بھی چیز استعمال کی جا سکتی ہے، خواہ وہ وقتِ احرام پاس موجود نہ ہو۔

4۔ ایک غلطی یہ بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ کچھ لوگ احرام باندھتے ہی اپنا ایک کندھا ننگا کر لیتے ہیں جسے اضطباع کہا جاتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ شائد دوران احرام سارا وقت اسے کھلا رکھنا ضروری ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ایسا صرف طواف قدوم یا طوافِ عمرہ ہی میں ضروری ہے۔ باقی وقت دونوں کندھے ڈھانپ کر رکھنے چاہئیں۔

5۔ بعض خواتین اِس غلط فہمی کا شکار ہوتی ہیں کہ حج کے لئے سفید رنگ کا لباس پہننا یا گاؤن لینا ان کے لئے ضروری ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات شریعت سے ثابت نہیں۔ عورتیں اپنے اسی لباس میں حج کریں گی جو وہ عام دنوں میں پہنتی ہیں بشرطیکہ اُس سے زینت کا اظہار نہ ہوتا ہو۔

6۔ کچھ عورتیں اپنے سروں پر ایسی چیزیں رکھ لیتی ہیں جن پر سے کپڑا لٹکایا جا سکے تاکہ اس سے پردہ بھی ہو سکے اور وہ چہرے کو بھی نہ چھوئے۔ لیکن یہ محض ایک تکلف ہے۔ اس لئے کہ سیدہ عائشہؓ کی حدیث کے مطابق جب کوئی مرد سامنے آئے تو کپڑا چہرے پر کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ چہرے کو چھو ہی رہا ہو۔

7۔ سفر حج کے دوران بعض خواتین کے ''ایام'' شروع ہو جاتے ہیں تو وہ احرام باندھے بغیر ہی میقات سے گزر جاتی ہیں۔ وہ یہ سمجھتی ہیں کہ شائد احرام کے لئے طہارت ضروری ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ انہیں میقات سے احرام باندھ لینا چاہیے اور تمام افعال حج سرانجام دیے جائیں، صرف طواف سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اگر کوئی بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے تو واپس جا کر احرام باندھ لے، اس سے کوئی کفارہ نہ ہوگا۔ بصورت دیگر کسی اور جگہ سے احرام باندھے گی تو دَم واجب ہوگا کیونکہ واجب ترک ہوا ہے۔

8۔ مکہ مکرمہ جا کر عمرہ کرنے کے بعد جب دوبارہ حج کے لئے احرام باندھا جاتا ہے تو کچھ لوگ بیت اللہ آ کر احرام باندھتے ہیں، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں بلکہ جس جگہ رہائش ہو وہیں سے حج کا احرام باندھ لینا چاہیے۔

9۔ بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جس احرام میں عمرہ کیا ہے اسے دھوئے بغیر اس میں احرام باندھنا صحیح نہیں۔ یہ بات بھی درست نہیں بلکہ وہ احرام اگر صاف ستھرا ہے تو بغیر دھوئے بھی دوبارہ باندھا جا سکتا ہے۔

10۔ احرام باندھنے کے بعد دو رکعت پڑھنا بھی نبی اکرمؐ سے ثابت نہیں، جبکہ بہت سے لوگ سنت اور ثواب سمجھ کر ایسا کرتے ہیں۔

2۔ طواف میں ہونے والی خطائیں:

1۔ بعض لوگ طواف کے دوران ہر چکر میں کسی خاص دعا کا التزام کرتے ہیں اور کچھ لوگ اجتماعی شکل میں کسی شخص کی رہنمائی میں بعض مخصوص دعائیں پڑھتے ہیں۔ یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ یہ عمل سنت سے ثابت ہے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ رسول اکرم ﷺ سے طواف کے ہر چکر پر کوئی خاص دعا ثابت نہیں۔ البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (البقرہ) کے قرآنی الفاظ رسول اکرم ﷺ سے بطور دعا ثابت ہیں، اس کے علاوہ عمومی طور پر جو دعا بھی کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ کسی خاص دعا کی پابندی ضروری نہیں، نیز یہ شخص کو خود پڑھنی چاہیے کہ شور سے دوسروں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اگر عربی

دعائیں نہیں آتیں تو کسی بھی زبان میں دعا کی جا سکتی ہے۔

2۔ حجراسود کو بوسہ دینا تو سنت سے ثابت ہے لیکن رکن یمانی کے بارے میں ایسی کوئی بات رسول اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔ اسے صرف چھونا چاہیے اور اگر ممکن نہ ہو تو پھر اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کرنا چاہیے۔

3۔ بعض لوگ حجراسود کو بوسہ دینے کے لئے بڑی دھکم پیل کرتے ہیں اور خود بھی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں اور دوسروں کی اذیت کا باعث بھی بنتے ہیں، حالانکہ بوسہ دینا سنت ہے اور دوسروں کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ سنت کی خاطر حرام کام کا ارتکاب مناسب نہیں۔ بوسہ نہ دے سکیں تو ہاتھ سے چھولیں۔ ایسا ممکن نہ ہو تو چھڑی وغیرہ لگائیں ورنہ پھر دور سے اشارہ ہی کافی ہے۔ خصوصاً خواتین کو اس سے پرہیز ہی مناسب ہے۔ ہاں اگر رش نہ ہو تو پھر ضرور اس سنت پر عمل کرنا چاہیے۔

4۔ بعض لوگ زندہ ورثاء کی طرف سے طواف کرتے ہیں، لیکن یہ بلا ثبوت ہے، لہٰذا یہ درست نہیں۔

5۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو نفل پڑھنا سنت سے ثابت ہے، لیکن ایام حج میں بہت زیادہ رش ہوتا ہے، لہٰذا وہاں جگہ نہ ملے تو پیچھے جا کر بھی یہ نفل ادا کئے جا سکتے۔ بعض لوگ عین اسی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں جس سے تمام لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

سر کے بال کٹوانے سے متعلق غلطی

حج وعمرہ میں جب سر کے بال کٹوانے یا منڈوانے کا وقت آتا ہے تو بعض لوگ سر کے کچھ حصوں سے صرف چند بال کٹوا دیتے ہیں حالانکہ اس سے حکم پر عمل نہیں ہوتا، لہٰذا کٹوانے ہوں تو پورے سر کے بال کٹوانے چاہئیں۔ کسی جگہ سے بھی رہ نہ جائیں۔ کیونکہ قصر یعنی بال کٹوانا حلق (منڈوانے) کے قائم مقام ہے اور حلق مکمل سر کا ہوتا ہے اس لئے قصر بھی مکمل ہونا چاہیے۔

وقوفِ عرفہ کے دوران غلطیاں

1۔ مقام عرفات میں حاضری حج کا عظیم رکن ہے اور اس کے بغیر حج ہی نہیں ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے: ((الحج عرفة)) یعنی ''حج تو عرفہ ہی کا نام ہے'' لیکن بعض لوگ اس سلسلے میں بڑی کوتاہی کرتے ہیں کہ میدان عرفات کی حدود میں داخل ہی نہیں ہوتے بلکہ آس پاس وقت گزار دیتے ہیں، لہٰذا وہاں پر لگے ہوئے بورڈز کی مدد سے حدود عرفات کا تعین کر کے وہاں پہنچنا چاہئے۔ یاد رہے کہ اگر کوئی غلطی سے بھی وہاں نہ جا سکا تو اس کا حج نہ ہوگا۔ اس لئے اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

2۔ میدان عرفات میں جبل رحمت بھی ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اس پر چڑھنا یا اس کی زیارت وقوف عرفات کے دوران ضروری یا باعث ثواب ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''میدان عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے۔'' اس لئے جبل رحمت تک جانے کے لئے مشقت کرنا اور خود کو اذیت میں مبتلا کرنا شرعی طور پر قطعاً مطلوب نہیں۔

3۔ کچھ لوگ وادیٔ عرفات سے غروب آفتاب سے قبل ہی نکل آتے ہیں۔ یہ عمل صحیح نہیں۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے عرفہ میں سورج کے غروب ہونے تک وقوف فرمایا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی پہلے ہی وہاں سے نکل آئے اور واپس بھی نہ جائے تو اس پر دَم واجب ہے، نیز اسے توبہ بھی کرنی چاہیے کہ اس نے خلاف سنت کام کیا ہے۔

5۔ مزدلفہ میں قیام سے متعلق خطا

سنت طریقہ یہ ہے کہ مزدلفہ میں پہنچ کر مغرب وعشاء کی نماز اکٹھی ادا کی جائے اور رات وہیں بسر کی جائے۔ فجر پڑھ کر طلوع آفتاب سے کچھ دیر پہلے تک وہاں دعائیں کی جائیں اور پھر منیٰ کی طرف چلا جائے، جن لوگوں کا عذر ہو جیسے خواتین، بوڑھے، بچے اور ان کے سرپرست اور مددگار، ان کو نصف رات کے بعد وہاں سے نکلنے کی اجازت ہے۔

اس سلسلے میں بعض لوگ یہ غلطی کرتے ہیں حدودِ مزدلفہ کا خیال نہیں کرتے اور اس کی حدود سے باہر ہی رات بسر کرتے ہیں اور بعض لوگ آدھی رات سے قبل ہی نکل آتے ہیں اور بعض وہاں رات نہیں گزارتے۔ حالانکہ جو بغیر عذر کے مزدلفہ میں رات بسر نہیں کرتا، اس نے واجباتِ حج میں سے ایک واجب کو ترک کر دیا، لہٰذا اس پر دَم لازم ہے اور اُسے توبہ بھی کرنی چاہیے۔ کچھ وہاں سے کنکریاں اکٹھی کر لیتے ہیں کہ شاید یہاں سے کنکریاں لے جانا ضروری ہیں۔ اس کی بھی کوئی دلیل نہیں۔

جمرات کو کنکریاں مارتے ہوئے غلطیاں

رمی جمرات حج کے واجبات میں شامل ہے۔ جمرہ عقبہ کو عید کے دن کنکریاں ماری جائیں۔ یہ عمل عید کی نصف رات کے بعد بھی جائز ہے۔ اور تینوں جمرات کو ایام تشریق یعنی ذوالحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ کو زوال آفتاب کے بعد کنکریاں ماری جائیں گی۔ اس سلسلے میں لوگ متعدد غلطیاں کرتے ہیں۔

1۔ بعض رمی (کنکریاں مارنا) کے وقت کے بجائے دیگر اوقات میں رمی کرتے ہیں، مثلاً عید کی آدھی رات سے پہلے یا ایام تشریق میں زوال آفتاب سے پہلے۔ یہ درست نہیں، کیونکہ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص نماز کا وقت ہونے سے پہلے ہی نماز پڑھ لے۔

2۔ کچھ لوگ جمرات کی ترتیب میں غلطی کرتے ہیں۔ چنانچہ وسطی (درمیانے) یا آخری سے شروع کرتے ہیں حالانکہ آغاز چھوٹے سے کرنا ضروری ہے، پھر درمیانے کو اور آخر میں سب سے بڑے کو۔

3۔ بعض لوگ اس جگہ کا دھیان نہیں رکھتے جہاں کنکریاں مارنی چاہئیں اور ادھر ادھر پھینک دیتے ہیں۔ لازم ہے کہ کنکریاں وہاں بنے ہوئے حوض میں گریں۔ لوگ دور سے ستونوں کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ حوض میں گرنے کے بجائے کہیں اور جا گرتی ہیں۔ اِس کا سبب لاعلمی ہے یا (سرعت) جلد بازی کا مظاہرہ کرنا اور یا پھر توجہ ہی نہ کرنا۔ لیکن اس سے رمی کا حکم پورا نہیں ہوتا، لہٰذا احتیاط کرنی چاہیے۔

4۔ کچھ افراد ایک ہی دن ساری کنکریاں مار کر حج سے فارغ ہو جاتے ہیں اور بعض یہ کرتے ہیں کہ پہلے دن کنکریاں مار کر باقی کے لئے کسی اور کو مقرر کر دیتے ہیں اور خود واپس لوٹ آتے ہیں۔ یہ بالکل غلط فعل ہے۔ اس سے کئی اعمال رہ جاتے ہیں۔ مثلاً منیٰ میں ایام تشریق بسر کرنا، اسی طرح طوافِ وداع بھی بغیر وقت کے کر لیتے ہیں جبکہ وہ تو حج کے آخر میں ہوتا ہے اور اُن کا حج مکمل نہیں ہوتا۔ ایسی بے صبری کا مظاہرہ درست نہیں۔ بلکہ تمام کنکریاں خود ہی مارنی چاہئیں۔

5۔ رمی جمرات تین دن افضل ہیں، تاہم دو دن کے بعد آنے کی بھی اجازت ہے۔ بعض لوگ ان دو دنوں سے مراد عید اور اس کے بعد کا دن لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے، بلکہ عید کے بعد کے دو دن یعنی گیارہ اور بارہ مراد ہیں۔ اگر تیرہ تاریخ تک رہے تو یہ بہتر ہے۔

6۔ کچھ لوگ جمرات کو مارنے کے لئے کنکریاں اکٹھی کر کے آب زم زم سے دھوتے ہیں اور اس کو باعث اجر وفضیلت سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے۔ قرآن وسنت سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

متفرق غلطیاں

کچھ لوگ مکہ مکرمہ قیام کے دوران نیکی کے شوق میں کثرت سے عمرے کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور حدود حرم سے باہر جا کر (مثلاً مسجد عائشہؓ) احرام باندھ کر دسیوں عمرے کرتے ہیں۔ یہ عمل سنت سے ثابت نہیں۔ ایک سفر میں صرف ایک عمرہ کرنا چاہیے۔ ہاں اگر مکہ سے کسی دوسرے شہر گئے مثلاً مدینہ منورہ تو وہاں سے واپسی پر عمرہ کر سکتے ہیں۔ اس طرح جتنی مرتبہ بھی دوسرے شہروں سے مکہ میں آئیں تو عمرہ کرنا درست ہے لیکن مکہ میں رہتے ہوئے بار بار عمرے کرنا خلاف سنت ہے۔

2۔ آبِ زم زم پینے کی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کے مطابق آب زم زم پیتے وقت جو بھی نیت یا دعا کی جائے گی خدا اسے پورا کرے گا، لیکن زم زم کے پانی میں کفن دھو کر کعبہ میں سکھانے کا، جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں، شریعت سے کوئی ثبوت نہیں۔ لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

3۔ بعض لوگ عورتوں کو بیت اللہ میں باجماعت نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ وہاں کے امام عورتوں کو نماز پڑھانے کی نیت نہیں کرتے، لہٰذا انہیں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ اس کی کیا دلیل ہے کہ وہ نیت نہیں کرتے۔ نیز شریعت میں اس امر کا ثبوت کیا ہے کہ امام کو مرد وزن کو نماز پڑھانے کی نیت کرنا لازم وضروری ہے۔

4۔ مسجد نبوی ﷺ کی زیارت اور وہاں نمازوں کی ادائیگی انتہائی اجر وثواب کا باعث ہے لیکن جیسا کہ مشہور ہے کہ وہاں 40 نمازیں ادا کرنے کی کوئی خاص فضیلت ہے، یہ بات رسول اکرم ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال اخلاص نیت اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق ادا کرنے کی توفیق رحمت فرمائے اور انہیں شرف قبولیت سے نواز کر ہماری نجات کا باعث بنائے۔ آمین یارب العالمین

چند تاریخی حقیقتیں

فیروز الدین احمد فریدی

تاریخ بتاتی ہے کہ حاکموں کی سوچ بسا اوقات محکوموں کی سوچ سے مختلف اور بعض اوقات اس کے برعکس ہوتی ہے۔ معروف مثال فرانس کے دارالحکومت پیرس میں، 218 برس پہلے ہونے والا وہ تاریخی واقعہ ہے جب بھوکے عوام کا بپھرا ہوا سیلاب ''ہائے روٹی، ہائے روٹی'' کے نعرے لگاتا شاہی محل پہنچ گیا۔ فرانس کی رحم دل ملکہ نے ہائے ہائے کے یہ دلخراش نعرے سنے تو تڑپ اٹھیں۔ بے ساختہ بولیں کہ ان بے چاروں کو روٹی نہیں مل رہی تو یہ کیک کیوں نہیں کھا لیتے؟ نیت بہت اچھی تھی، فرق سوچ کا تھا۔ فقرہ تاریخی بن گیا۔ صدیوں سے زندہ ہے۔

ایک اور تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ہر دردمند حکمران پورے خلوص سے سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی کہہ یا کر رہا ہے وہ قومی مفاد میں ہے اور اس کے مخالف جو کہہ یا کر رہے، وہ دشمنی نہیں تو ناسمجھی پر ضرور مبنی ہے۔ یہ بات کہنے کو تو دو تین سطروں میں آ گئی لیکن اس کے نتائج بعض اوقات قوم کے لئے اور اکثر حکمرانوں کے لئے بہت خطرناک نکلتے ہیں۔ اقتدار کا نشہ دنیا کا سب سے سریع الاثر اور سب سے طاقتور نشہ ہے جس میں حکمران کی سمجھ میں نہیں آتا کہ جو بات وہ اتنی آسانی سے سمجھ رہا ہے وہ دوسروں کی سمجھ میں کیوں نہیں آ رہی اور وہ حکمرانوں کی اندھی مخالفت میں ملک اور قوم کو نقصان پہنچانے کے کیوں درپے ہے۔ سوچ کے اس ارتقائی عمل میں پہلے ایک فرد خود کو حکومت سمجھتا ہے اور پھر حکومت کو ریاست سمجھتا ہے۔ اس طرح اس کی ذات کی مخالفت اس کی نظر میں، ریاست سے دشمنی بن جاتی ہے۔

حکمرانوں کے پاس پڑھنے، سننے، دیکھنے، سوچنے اور سمجھنے کے لئے وقت بہت کم ہوتا ہے اور ان کی گردان کی سر میں سرمانے والوں کا حلقہ ''ارباب تحسین'' بہت وسیع ہوتا ہے۔ جوں جوں حکومت کے دن بڑھتے (بلکہ گھٹتے) جاتے ہیں اس حلقے کا حلقہ ان کی گردن تنگ ہوتا جاتا ہے اور اس کے ساتھ حکمرانوں کے دیکھنے، سننے اور سمجھنے کا دائرہ بھی تنگ ہوتا جاتا ہے۔ پھر ایک وقت وہ آتا ہے جب ساری دنیا کو تو حکمرانوں کا انجام صاف نظر آ رہا ہوتا ہے لیکن کسی کی نظر سے اوجھل ہوتا ہے تو وہ خود حکمران ہوتا ہے۔ مثالوں کے لئے اگر عالمی تاریخ کی بات چل پڑی تو دور تک جائے گی۔ پاکستان کی اپنی تاریخ بہت سی مثالوں سے بھرپور ہے جس میں سے فی الحال چار مثالیں کافی ہیں۔

جنرل سکندر مرزا ہوں یا جنرل ایوب خان، جنرل یحییٰ ہوں یا پاکستان کے پہلے اور دنیا کے پہلے سویلین چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بھٹو صاحب، یہ سب آخر وقت تک یہ سمجھتے رہے کہ ان کے اقتدار پر آنچ نہیں آئے گی لیکن ہوا کیا؟ کوئی لندن کے غیر معروف ہوٹل کے منیجر کے طور پر

> **جنرل سکندر مرزا ہوں یا جنرل ایوب خان، جنرل یحییٰ ہوں یا پاکستان کے پہلے اور دنیا کے پہلے سویلین چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بھٹو صاحب، یہ سب آخر وقت تک یہ سمجھتے رہے کہ ان کے اقتدار پر آنچ نہیں آئے گی لیکن جو ہوا، وہ اِس کے برعکس تھا۔ کیا ہے کوئی جو اِس سے سبق سیکھے؟**

مرا۔ کوئی اپنے بنائے ہوئے حسین شہر میں اپنے بنائے ہوئے عالی شان محل میں خود کو مرتے دم تک نظر بند کر کے بیٹھ گیا۔ کسی کو اس کے چاؤ سے بنائے ہوئے مکان میں جبراً نظر بند رکھا گیا اور اس مکان سے اُس وقت نکلا جب اس کا جنازہ نکلا۔ ان مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں کی اکثریت گو جاگیردار طبقے سے تعلق نہیں رکھتی تھی لیکن ان سب کی قدر مشترک یہ رہی کہ مۓ اقتدار کی بوتل کا ڈھکنا کھولتے ہی جاگیردارانہ ذہنیت کا نشہ ان کے دماغ پر چڑھ گیا اور ان کی بصارت کو اس بری طرح متاثر کیا کہ انہیں وہ ہاتھ تو کیا خاک نظر آتے جو اپنے ہاتھوں میں روشنی کے چراغ لئے کھڑے تھے، انہیں تو شام کو ڈوبتا ہوا سورج بھی دکھائی نہیں دیا۔ جب رات آ پڑی تو نشہ کافور ہو گیا اور آسمان پر سورج کی تلاش شروع کر دی۔ سورج نظر نہ آیا تو اللہ یاد آیا، اور فریاد شروع کر دی کہ سیاہ رات کو روز روشن میں بدل دے۔ جب سرخ سمندر کے پہاڑ جیسے پانی نے اپنے وقت کے مقتدر حکمران کو جو فرعون کا لقب رکھتا تھا چاروں طرف سے گھیر لیا تو اس کی فرعونیت بھی اڑن چھو ہو گئی تھی۔ تاہم اس وقت وقت گزر چکا تھا۔

اس برصغیر سے مغل شہنشاہیت کبھی کی چلی گئی لیکن مغل بادشاہوں کی ذہنیت کبھی نہیں گئی۔ 21 ویں صدی کا پاکستان بیک وقت کئی صدیوں میں آباد ہے۔ یہاں قبائلی نظام بھی ہے جس سے دنیا میں معاشرتی نظام کا آغاز ہوا تھا اور مہذب دنیا میں مفقود ہے۔ یہاں جاگیرداری نظام بھی موجود ہے جو قبائلی نظام کے بعد معروضی معاشرتی اور معاشی ضرورتوں کی وجہ سے وجود میں آیا تھا اور قبائلی نظام کی طرح اب مہذب دنیا میں پایا نہیں جاتا۔ یہاں کی پاک فضاؤں میں اگر ایف 16 اور بوئنگ 777 جیسے جدید ترین طیارے محو پرواز رہتے ہیں تو یہاں کی پاک زمین پر 5 ہزار سالہ پرانے بیل اور کنوؤں کے رہٹ آج بھی ویسے ہل چل رہے ہیں جیسے وہ کبھی ہڑپہ اور موہنجو داڑو میں چلا کرتے تھے۔ یہ زمین تضادات کی سرزمین ہے، جہاں اگر ایک طرف شمال میں دنیا کی دوسری سب سے اونچی برف سے ڈھکی پہاڑی K2 ہے تو دوسری طرف جنوب میں تھر، مشرق میں چولستان اور مغرب میں بلوچستان کے وہ وحشت ناک صحرا ہیں جہاں چیل کوے ''العطش العطش'' پکارتے ہیں۔ تضادات کا یہی حال ہمارے دماغوں کی زمینوں اور فضاؤں کا ہے۔ جن کے ایک حصے میں 21 ویں صدی اور باقی حصوں میں کہیں قبائلی اور زیادہ تر جاگیرداری ادوار ساتھ ساتھ بسے ہوئے ہیں۔ یہ نہ ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ دستور معطل اور دستور زبان بندی نافذ ہو؟ بات محض جاگیردارانہ دور کی نہیں۔ اصل مسئلہ تو جاگیردارانہ انداز فکر ہے جس کی سب سے گہری چھاپ ان ''اعتدال پسند روشن خیال'' دماغوں پر نقش ہے جن کی سات پشتوں کا بھی جاگیرداروں سے دور پرے کا واسطہ نہیں رہا لیکن جو اقتدار ملتے ہی خود کو جاگیرداروں سے بڑھ کر جاگیردار سمجھنے لگتے ہیں اور کسی پشتی جاگیردار کی طرح اپنے خلاف کوئی بات سننا، سیکھنا یا پڑھنا پسند نہیں کرتے۔

ایک اور تاریخی حقیقت جس کا اظہار شیخ سعدی اپنے لافانی الفاظ میں آٹھ صدی پہلے کر چکے ہیں یہ ہے کہ حکمران

کا نازک مزاج تنقید برداشت نہیں کرسکتا۔ تاہم ہر قوم کی طویل شاہراہ زندگی میں بعض تراہے ایسے آتے ہیں جہاں صحیح راہ کی نشاندہی نہ کرنا اور چپ چاپ بیٹھے رہنا قومی غفلت کی اعانت مجرمانہ کے مترادف ہوتا ہے۔ آج اس خوش نصیب ملک میں بسنے والی بدنصیب قوم جس تراہے پر کھڑی ہے یا کھڑی کردی گئی ہے اس کے پیش نظر ہر باشعور محبّ وطن پاکستانی کا یہ قومی فرض ہے کہ جو کچھ کہنا ہے وہ بلاجھجک اور بلاتاخیر کہہ ڈالے۔ مبادا ہمیشہ کی طرح بعد میں کہنے کو بہت کچھ اور کرنے کو کچھ بھی نہ ہو۔ جس طرح ملک آئین پر مقدم ہے گو ان دونوں کے مابین باہمی رقابت اور تضاد فہم سے بالاتر لگتا ہے، اسی طرح ملک کی بقا اور قوم کی فلاح، قوم کے کسی فرد کی خوشنودی یا برہمی سے کہیں زیادہ مقدم ہے۔ سچی بات کبھی کبھار خاصی کڑوی کسیلی ہوتی ہے اور بڑے لوگوں کے پاس کڑوی باتیں برداشت کرنا تو کجا، کسیلی باتیں پڑھنے کا وقت بہت کم ہوتا ہے۔ وقت واقعی بہت کم ہے۔

نیت پر شک کرنا کم سے کم الفاظ میں کج فہمی ہے۔ تاہم انگریزی کی ایک مشہور کہاوت اس مضمون کی ہے کہ ''جہنم کا راستہ نیک ارادوں کے پتھروں پر تعمیر ہوتا ہے۔'' کہاوتیں ہمیشہ طویل انسانی تجربے کی بنیاد پر بنتی ہیں۔ اور اسی بنیاد پر مقبول ہوتی ہیں۔ ایک اور مشہور کہاوت ہے کہ زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھنا چاہئے۔ ظاہر ہے یہ بھی طویل تجربے کی بنیاد پر بنی اور مشہور ہوئی ہے۔ اگر کبھی نقارے اچانک ہر طرف سے بجنے شروع ہو جائیں اور نقارے بجانے والے اپنے پرائے سب ہی ہوں تو کانوں سے اقتدار کی میلی روئی نکال کر خدا کے نقارے پر کان دھرنے چاہئیں۔ اور خدا کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ یہ نقارے یوں بجنے شروع نہیں ہوتے۔ ایک عرصے سے اللہ کی بے زبان مخلوق، صبر اور خاموشی سے بہار کا انتظار کرتی رہی ہے۔ اس انتظار میں خزاں کا موسم آ گیا ہے تو کیا خبر کہ مسبب الاسباب خزاں میں وہ اسباب فراہم کرے جو بہار کے نصیب میں نہ لکھے ہوں۔

پرانے زمانے سے اچھے طبیب کہتے آئے ہیں کہ رت بدلے تو احتیاط لازم ہے ورنہ بیمار پڑنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے اور جب قدرت حرکت میں آئے تو تاریخ نئے عنوان سے نئے باب لکھتی ہے۔ آج سننے والے کانوں کو ہر طرح سے بہت سی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ بہت سی گھنٹیاں ہیں جو ہر جانب سے ایک ساتھ بج رہی ہیں۔ تاریخ کا گھڑیال بھی ٹک ٹک کئے جا رہا ہے۔ ٹک، ٹک، ٹک! کوئی ہے جو ٹک ٹک کی ان آوازوں کو اس توجہ سے سنے جس کی یہ طلب گار اور حق دار ہیں۔ کسی کے پاس دو چار لمحے کی فرصت ہے کہ نگاہ اٹھا کر اور نظر بھر کر اس گھڑیال کی سوئی کی جانب دیکھے جو ہولے ہولے آگے کھسک رہی ہے۔ فانی انسان خدا جانے کس بات پر زمین پر اتنا اتراتا رہتا ہے۔ کیا اس نے سورۃ الرحمان میں اپنے پالن ہار کا یہ فرمان نہیں پڑھا:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝﴾

''زمین پر سب فنا ہو جائے گا، اور صرف تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی۔''

✿✿✿✿✿

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی شاہ فیصل کراچی کے رفیق جناب ڈاکٹر رشید احمد بٹ کے والد کا انتقال ہو گیا

☆ تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے رفیق میاں محمد اکرام کی خوشدامن انتقال کر گئیں

☆ تنظیم اسلامی حیدرآباد کے امیر جناب شفیع محمد لاکھو کی والدہ وفات پا گئیں

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء تنظیم اسلامی سے بھی دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

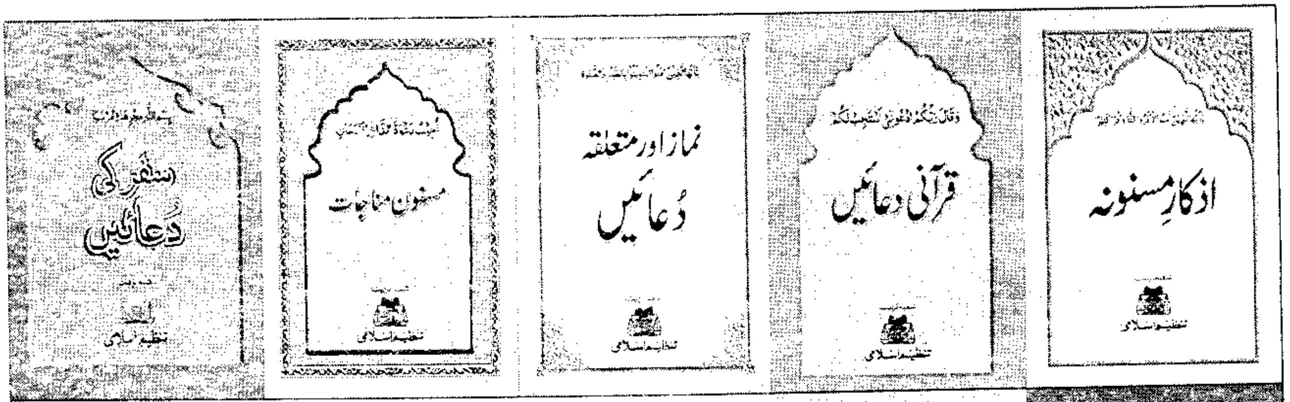

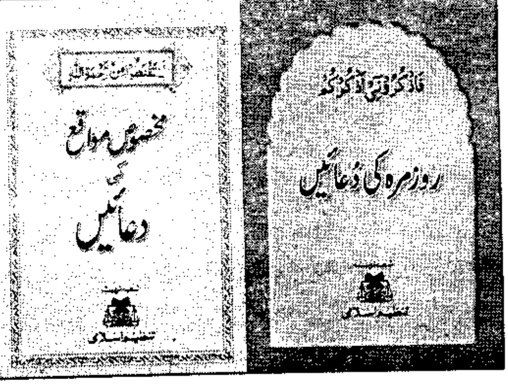

خوشخبری
نبی رحمت ﷺ کی مستند مناجات وشب وروز کے اذکار پر مبنی پاکٹ سائز سیٹ اب رعایتی قیمت پر صرف
مبلغ 35 روپے میں مرکز تنظیم اسلامی اور تمام علاقائی مراکز سے حاصل کریں
شعبہ تربیت 67/اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور، فون: 6316638-6316638
تنظیم اسلامی فیکس: 6271241، E-mail: markaz@tanzeem.org Website: www.tanzeem.org

ماہ رمضان کے دوران حلقہ لاہور کی دعوتی سرگرمیاں

استقبال رمضان کے پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں رمضان المبارک کے حوالے سے استقبال رمضان کے 36 پروگرام ہوئے، جن میں رفقاء سمیت 528 احباب شریک ہوئے۔

ترجمۂ قرآن/خلاصۂ مضامین کے پروگراموں کی تشہیر

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں ترجمۂ قرآن اور خلاصہ مضامین کے پروگراموں کی تشہیر کے لئے مکمل فہرست پر مشتمل 2000 رنگیں بروشر، 500 عدد سحری وافطاری کیلنڈر، 14500 ہینڈ بل شائع کئے گئے اور 52 عدد بینر، 51 عدد پول بینگر لگائے گئے۔

ترجمۂ قرآن/خلاصۂ مضامین کے پروگرام

اس سال رمضان المبارک میں دورۂ ترجمۂ قرآن مع تراویح کا مرکزی پروگرام مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں ہوا اور اس میں ترجمہ قرآن کی سعادت امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے حاصل کی۔ اس کے علاوہ دورۂ ترجمہ قرآن مع تراویح کے 7 پروگرام ہوئے۔ مکمل ترجمہ قرآن بعد از تراویح کے 4 پروگرام ہوئے۔ خلاصۂ مضامین قرآن مع تراویح کے 3 پروگرام ہوئے۔ خلاصہ مضامین قرآن بعد از تراویح کے 3 پروگرام ہوئے۔ خواتین کے ترجمہ قرآن کے پروگرام 3 مقامات پر منعقد ہوئے۔

منفرد اسرہ شیخوپورہ میں دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام

امسال ایک اہم پیش رفت یہ ہوئی کہ منفرد اسرہ شیخوپورہ میں مسجد خدیجۃ الکبریٰ میں دورۂ ترجمہ قرآن مع تراویح کا پروگرام ہوا اور ترجمۂ قرآن کی سعادت امیر حلقہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے حاصل کی۔ اس پروگرام کے لئے وہاں کے رفقاء نے خصوصی محنت کی۔

رمضان المبارک میں لٹریچر کی تقسیم

- ☆ اس سال رمضان المبارک میں تقسیم کرنے کے لئے مرکز کی طرف سے آمدہ کتابچوں کا سیٹ جو عظمت صیام وقیام، عظمت قرآن بزبان صاحب قرآن، حُبِّ رسول اور اس کے تقاضے، رسولِ انقلاب کا طریق انقلاب، امیر تنظیم اسلامی کا خط پر مشتمل تھا، حلقہ لاہور میں 1000 کی تعداد میں تقسیم کیا گیا۔
- ☆ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے دورۂ ترجمۂ قرآن پر مشتمل بیان القرآن سی ڈی کے 570 سیٹ احباب میں تقسیم/فروخت کئے گئے۔

رمضان المبارک کے دوران ہونے والے متفرق پروگرام

شمالی نمبر 1:

- ☆ جناب عبدالرزاق صاحب نے حمزہ فیکٹری میں ڈاکٹر عثمان مرحوم کے مرتب کردہ الکتاب سے روزانہ کی بنیاد پر بعد نماز ظہر خلاصہ قرآن پروگرام کیا۔ احباب کی تعداد 50 کے قریب رہی۔

وسطی:

اسرہ راوی روڈ کے زیر اہتمام رمضان المبارک میں جو متفرق پروگرام ہوئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ ان پروگراموں میں مقرر و مدرس رفیق تنظیم مبارک گلزار تھے۔

- ☆ برمکان محمد اسماعیل اندرون شیرانوالہ گیٹ میں روزانہ کی بنیاد پر بعد نماز مغرب 45 منٹ کا خلاصۂ مضامین کا پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں 5 رفقاء اور 25 احباب شریک ہوتے رہے۔ یہ پروگرام 29 رمضان تک جاری رہا۔
- ☆ جم اینڈ جم ابراہیم روڈ بند روڈ پر بعد نماز عصر درس قرآن کے 2 پروگرام ہوئے جس میں 45 احباب شریک ہوئے۔
- ☆ جان سٹی جم لوہاری باغ بیرون لوہاری گیٹ میں شب بیداری کا ایک عمومی پروگرام ہوا جس میں درس قرآن کے پروگرام ہوئے۔ اس میں 70 احباب شریک ہوئے۔
- ☆ جم اینڈ جم ابراہیم روڈ پر درس قرآن کا ایک پروگرام ہوا جس میں 45 احباب شریک ہوئے۔
- ☆ رمضان المبارک کی آخری عشرہ کی طاق راتوں میں جامع مسجد بشیر مین بازار کوٹ عبدالمالک میں بعد از تراویح درس قرآن کی 3 محافل منعقد ہوئیں، جن میں 40 احباب شریک ہوئے۔
- ☆ محمدی ﷺ مسجد راوی روڈ میں بعد نماز فجر درس قرآن کی محفل منعقد ہوئی جس میں 60 احباب شریک ہوئے۔
- ☆ جامع مسجد بشیر مین بازار کوٹ عبدالمالک میں رمضان المبارک کے دوران خطابات جمعہ کی ذمہ داری بھی نبھائی۔

سمن آباد:

- ☆ رمضان المبارک کے دوران 5 اکتوبر کو جامع مسجد بنت کعبہ میں شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا، جس میں 42 رفقاء اور 10 احباب شریک ہوئے۔

شمالی نمبر 2:

- ☆ دوران ماہ رمضان مسجد الھدیٰ بہار شاہ روڈ میں خطابات جمعہ کے فرائض ڈاکٹر ابراہیم نے انجام دیئے۔

ماڈل ٹاؤن:

- ☆ نیو لبرٹی پلازا لنک روڈ ماڈل ٹاؤن میں بعد نماز تراویح رفیق تنظیم قاری جاوید نواز نے خلاصۂ مضامین قرآن بیان کیا، جس میں 40 احباب شریک ہوئے۔

منفرد اسرہ عارف والا:

- ☆ 6 اکتوبر کو ایک بڑے شادی ہال میں بعد نماز مغرب درس قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ اور اس سے اگلے دن بعد نماز فجر بھی درس قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ ان دونوں پروگراموں میں مدرس و مقرر کے فرائض ڈاکٹر عارف رشید نے سرانجام دیئے۔

افطاری کے پروگرام

- ☆ مقامی تنظیم میں افطاری کے 15 پروگرام ہوئے، جن میں رفقاء سمیت 478 احباب شریک ہوئے۔

آخری عشرہ اور ختم قرآن کے پروگراموں کی تفصیل

شمالی نمبر ا:

- ☆ خلافت بلڈنگ وسن پورہ میں ختم قرآن کے پروگرام میں عبدالرزاق صاحب نے گفتگو کی۔

سمن آباد:

- ☆ 29 رمضان المبارک کو جامع مسجد بنت کعبہ میں ختم قرآن کی محفل ہوئی جس میں امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے خطاب فرمایا۔ اس پروگرام میں 46 رفقاء اور 70 خواتین سمیت 150 احباب شریک ہوئے۔

چھاؤنی:

- ☆ مسجد مکتب انجمن خدام القرآن والٹن روڈ میں ختم قرآن کی تقریب منعقد ہوئی جس میں جناب فتح محمد قریشی نے گفتگو کی۔

ماڈل ٹاؤن :

☆ پنجاب یونیورسٹی ہاسٹلز میں ہمارے دو رفقاء (نور الوریٰ اور حافظ مشتاق) نے تین ہاسٹلز میں تکمیل قرآن کی تقریب سے خطاب کیا۔

☆ جامع مسجد ٹیک سوسائٹی میں 27 رمضان کو ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے ''قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے خطاب کیا۔ اس پروگرام میں 400 سو مرد و خواتین نے شرکت کی۔

ایک خصوصی پروگرام

مقامی تنظیم سمن آباد میں اتوار 21 اکتوبر کو دورۂ ترجمۂ قرآن کے شرکاء کے ساتھ ایک خصوصی پروگرام مسجد بنت کعبہ میں صبح 11:30 بجے منعقد کیا گیا۔ اس پروگرام میں احباب کا تعارف حاصل کیا گیا اور ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کرنے والے مدرس انجینئر محمد علی نے قرآن مجید کی عظمت کے موضوع پر گفتگو کی۔ علاوہ ازیں عربی کلاس کے اجراء کا تعارف بھی کرایا گیا۔ اس پروگرام میں 125 احباب نے شرکت کی۔ (مرتب: محمد یونس)

اُسرہ نوشہرہ کینٹ کا دعوتی وتربیتی پروگرام

اُسرہ نوشہرہ کینٹ کے رفقاء کے لئے نوشہرہ مانکی روڈ پر واقع آرمر کالونی کی جامع مسجد میں 28 اکتوبر 2007ء بروز اتوار کو عصر تا عشاء ایک دعوتی وتربیتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ رفقاء کو مرکز میں اکٹھا ہونے کے لئے 2 بجے کا وقت دیا گیا۔ رفقاء مقررہ وقت پر مسجد پہنچ گئے۔ مشاورت کے بعد کالونی میں لوگوں کو دعوت دینے کے لئے گشت گیا گیا اور بعد نماز عصر ایک رفیق نے ''عبادت رب'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ بعد نماز مغرب ایک اور رفیق نے وائٹ بورڈ کی مدد سے ''مطالبات دین'' کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے دین کے مطالبات کو پورا کرنے کے لئے موجودہ جماعتوں کا ذکر کیا اور شرکاء پر واضح کیا کہ غلبۂ دین کے لئے وہ کسی نہ کسی جماعت میں ضرور شامل ہوں۔ تنظیم اسلامی انقلابی منہج پر بھی جدوجہد کر رہی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی طریقہ انقلاب اسلامی کے لئے سودمند ہوسکتا ہے۔ اِس لئے ہماری اپیل ہے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں۔ اِس پروگرام میں تقریباً 50 احباب اور 4 ملتزم رفقاء نے شرکت کی۔ (مرتب: جان نثار اختر)

حلقہ لاہور شرقی کا ماہانہ تربیتی اجتماع

17 نومبر 2007ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب مسجد بلال میں تنظیم اسلامی لاہور شرقی کا ماہانہ تربیتی اجتماع منعقد ہوا۔ حافظ عبداللہ محمود نے سورۂ فاتحہ کی ابتدائی تین آیات پر مفصل درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی صفت رحمت کا مظہر ہے کہ وہ جزا و سزا کے دن کا مالک ہے۔ اُس دن ہر شخص اپنے ذرہ برابر عمل کو بھی دیکھ لے گا اور اُس دن کسی پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا۔ درس میں مسجد بلال کے بیسمنٹ میں واقع اکیڈمی کے طلبہ بھی شریک ہوئے۔ درس کے بعد شرکاء کو سورۂ کہف کی آیات 46 تا 48 حفظ کروائی گئیں۔ اکثر شرکاء نے پندرہ سے بیس منٹ کے دوران تینوں آیات حفظ کر کے سنا بھی دیں اور کچھ رُفقاء ایک آیت سنا سکے۔

عشاء کی نماز کے بعد انیل اقبال نے وقت کی اہمیت کے موضوع پر نہایت جامع اور فکر انگیز گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کی محبت کا نتیجہ ہے کہ ہم دنیا کے حصول میں مگن ہیں اور آخرت کو فراموش کئے بیٹھے ہیں۔ اس دنیا پرستی کے سبب ہمیں دین کی دعوت کے لئے وقت نکالنا بہت مشکل دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ اگر ہم اپنے اوقات کو صحیح طریقے سے استعمال کریں، اور آخرت کو اپنا ہدف بنالیں تو دعوت دین کے لئے وقت لگانا کوئی مشکل نہیں ہے۔ ہر انسان کے پاس دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں۔ اصل کام ان کو بہتر انداز میں اور بہترین مقصد کے لئے استعمال کرنا ہے۔ اوّل تو ہمیں اپنے سونے کے اوقات کم کرنا چاہئیں۔ نبی اکرم ﷺ رات کا اکثر و بیشتر حصہ نماز اور تلاوت میں گزارتے تھے۔ دوسرے ہمیں لغو کاموں سے بھی مکمل پرہیز کرنا چاہیے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہم ہر کام کرنے سے پہلے یہ سوچیں کہ جو کام میں کر رہا ہوں یہ اللہ کی رضا کا باعث ہے یا نہیں۔ ایسا کرنے سے ہم خود بخود لغویات سے بچ جائیں گے۔ اور اس کے علاوہ کم کھانا، کم سونا اور کم بولنا بھی وقت کو مفید بنانے کا بہترین نسخہ ہے۔ ٹائم مینجمنٹ سے جو وقت ہمیں حاصل ہوگا اُسے ہمیں اپنے اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچانے کے لئے فکر اور کوشش میں صرف کرنا چاہیے۔ انیل اقبال کے بیان کے بعد رفقاء نے رات کا کھانا کھایا۔

آخر میں لاہور شرقی کے امیر جناب عرفان طاہر نے اُسرہ اور اس کے مقاصد کے موضوع پر ایک مذاکرہ Conduct کیا۔ مذاکرے میں کئی مفید باتیں سامنے آئیں۔ مذاکرے میں اس بات پر تشویش کا اظہار بھی کیا گیا کہ لاہور شرقی میں رفقاء کی کل تعداد 117 ہے اور آج اس ماہانہ تربیتی اجتماع میں حاضر رفقاء کی تعداد بہت کم ہے۔

(رپورٹ: ذیشان دانش خان)

تنظیم اسلامی نیو ملتان کی دعوتی سرگرمیاں

17 نومبر 2007 کو جامع مسجد الھدیٰ ایف بلاک شاہ رکن عالم کالونی ملتان میں ماہانہ شب بیداری کا انعقاد کیا گیا۔ بعد نماز مغرب ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی نے توبہ کی اہمیت پر درس قرآن دیا۔ آپ نے آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کی روشنی میں موضوع کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ آپ نے جہاں انفرادی توبہ کی اہمیت کو اُجاگر کیا، وہاں اجتماعی توبہ کی طرف بھی توجہ دلائی۔ انہوں نے کہا کہ توبہ سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے، اور انسان کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے کہ اُس نے انسانوں کی اصلاح کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ آپ نے توبہ کا فلسفہ، اس کی شرائط اور توبہ کے سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی زندگی سے توبہ کی چند مثالیں بیان فرمائیں۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اِس بات کی ہے، آج ہم بحیثیت قوم اللہ تعالیٰ سے اجتماعی توبہ کریں۔ ہم نے اسلام کے نام پر یہ ملک پاکستان حاصل کیا تھا لیکن ساٹھ سال گزر جانے کے باوجود ہم نے نفاذ اسلام کا وعدہ پورا نہیں کیا۔ آج ہمارے ملک میں بدامنی، بے حیائی، فحاشی، کرپشن، ملاوٹ، جھوٹ اور قتل وغارت گری اپنے عروج پر ہے، اور یہ سب کچھ دین سے بے وفائی کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم نے قوم یونسؑ کی طرح اجتماعی توبہ نہ کی تو مسائل اور مصائب کے گرداب سے نہ نکل سکیں گے۔

بانیٔ تنظیم اسلامی کے خطابات کی سماعت

بعد نماز عشاء بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے حالات حاضرہ سے متعلق دو تازہ ترین خطاب سامعین کو سنائے گئے۔ ان خطابات میں ڈاکٹر صاحب نے ملکی اور بین الاقوامی حالات کا تجزیہ پیش کیا۔

رات کے کھانے کے بعد 11 رفقاء نے مسجد ہی میں قیام کیا۔ صبح 4 بجے رفقاء کو جگایا گیا۔ تہجد وتلاوت کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔ اور پھر ناشتہ ہوا۔

محفل مذاکرہ

بعد ازاں مقامی امیر تنظیم محمد عطاء اللہ خان نے ''سیکولرازم'' اور ''اتباع رسول'' کے عنوان سے دو دو گھنٹے پر مشتمل دو تفصیلی مذاکرے کرائے۔ سامعین و رفقاء نے ان کو بہت پسند کیا۔ مذاکروں کا مرکزی خیال یہ تھا کہ سیکولرازم کفر پر مبنی نظام زندگی (دین) ہے، جس نے اس وقت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ اس سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کو بطور دین اپنا کر اسلامی نظام قائم کیا جائے۔ اور زندگی کے ہر معاملے میں اُسوہ رسول ﷺ کو اپنایا جائے۔ اتباع رسولؐ کے بغیر ہم سیکولرازم کے سیلاب کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے، بلکہ اس میں بہہ جائیں گے اور اپنی پہچان بھی گنوا بیٹھیں گے۔ (مرتب: شوکت حسین)

5ہزار امریکی فوجیوں کی واپسی

اخباری اطلاعات کے مطابق اس ہفتے پانچ ہزار امریکی فوجی وطن واپس چلے جائیں گے اوران کی جگہ نئے نہیں آئیں گے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ اس طرح انخلاء کا آغاز ہوگیا ہے جس کا وعدہ صدر بش نے کیا تھا۔ تاہم بعض ماہرین اس بات سے اتفاق نہیں کرتے۔ بہرحال عراق میں جو مار دھاڑ جاری تھی، اس میں خاصی کمی آگئی ہے اور یہ ایک خوش آئند امر ہے۔ اُمید واثق ہے کہ امریکیوں اور یہود کے مکروہ عزائم پورے نہیں ہوں گے اور عراق بحثیت ملک قائم رہے گا۔

کوسووہ آزادی کی طرف گامزن

پچھلے دنوں کوسووہ میں انتخاب ہوئے، تو تحریک آزادی کے ایک رہنما ہاشم تقی کی جماعت نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے۔ اب وہ ہم خیال جماعتوں کے ساتھ مل کر حکومت بنائے گی۔ ہاشم تقی اقتدار میں آتے ہی جلد از جلد اپنے وطن کی آزادی کا اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ تاہم یورپی یونین اور امریکا نے انہیں مشورہ دیا ہے کہ وہ از خود یہ اعلان نہ کریں بلکہ باہمی مشاورت سے کوسووہ آزاد ہونا چاہیے۔

یاد رہے، امریکا، یورپی یونین اور روس کئی ماہ سے آزادی کوسووہ کے سلسلے میں مشاورت کر رہے ہیں۔ سربیا اپنے اس صوبے کو آزادی نہیں دینا چاہتا اور اس معاملے میں روس سربیائی حکومت کا حامی ہے۔ اگر یہ مسئلہ کسی عیسائی ریاست کا ہوتا، تو بہت پہلے حل ہو چکا ہوتا۔ مگر عالمی طاقتیں یورپ میں ایک اور مسلمان ریاست کے قیام سے خائف ہیں۔

عالمی طاقتوں نے انڈونیشیا پر بے جا دباؤ ڈال کر اُسے مجبور کر دیا تھا کہ وہ مشرقی تیمور کو آزاد کر دے۔ مگر کوسووہ، بوسنیا، چیچنیا، کشمیر، فلسطین اور فلپائنی مسلم اکثریتی علاقوں کے مسلمان عرصۂ دراز سے ... کے مظالم سہہ رہے ہیں اور کوئی ان کی ٹھوس مدد نہیں کرتا۔ یہ مدد تبھی ممکن ہے جب مسلمان اسلامی نظریۂ زندگی کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا لیں اور اتحاد کر کے طاقت ور ہو جائیں۔ اگر خلافت راشدہ کی طرز پر مسلمانوں کی ایک اسلامی حکومت قائم ہو جائے تو وہ اُن کی قوت واستحکام کا باعث بنے گی، ان شاءاللہ۔

بنگلہ دیش میں سمندری طوفان سے تباہی

15 نومبر کو بنگلہ دیش میں آنے والا سمندری طوفان بہت تباہ کن ثابت ہوا۔ اس کی تفصیل ذرا ملاحظہ کیجئے۔ 3400 افراد مارے گئے، 1700 گمشدہ ہیں جبکہ اس سے 70 لاکھ لوگ متاثر ہوئے۔ تین لاکھ ساٹھ ہزار گھر تباہ ہو گئے اور آٹھ لاکھ متاثر ہوئے۔ سولہ لاکھ ایکڑ رقبے پر پھیلی فصلیں تباہ ہو گئیں اور چار لاکھ ساٹھ ہزار مویشی مارے گئے۔ 650 کلومیٹر طویل سڑکیں بہہ گئیں، 1300 اسکول گر گئے جبکہ 1600 پل بھی ٹوٹ گئے۔ مزید براں جھینگوں کے 10 ہزار فارم تباہ ہو گئے، یوں امریکا اور یورپ کو کی جانے والی درآمدات کم ہو جائیں گی۔ یہ نقصان اتنا زبردست ہے کہ بنگلہ دیش کی شرح ترقی 7 فیصد سے کم ہو کر 6.5 فیصد رہ گئی ہے۔ حکومت کے مطابق نقصان کا ابتدائی تخمینہ ڈیڑھ سو ارب ڈالر (90 ارب روپے) ہے۔

آسٹریلوی فوج عراق سے واپس

پچھلے دنوں آسٹریلیا میں پارلیمانی انتخابات ہوئے، تو برسر اقتدار آسٹریلوی وزیر اعظم جان ہاورڈ عوام کے بدلتے مزاج کو سمجھ نہ سکے۔ موصوف کا کہنا تھا کہ وہ عراق سے اپنی فوج کو واپس نہیں بلائیں گے اور نہ ہی کیوٹو پروٹوکول پر دستخط کریں گے۔ تاہم ان کے مدمقابل نے عوام کے دونوں مطالبے قبول کر لیے۔ نتیجتاً سابق سفارت کار، کیون رڈ بھاری اکثریت سے جیت کر اپنے ملک کے نئے وزیر اعظم بن گئے۔

کیون رڈ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ عراق میں تعینات آسٹریلوی فوج مرحلہ وار واپس بلا لیں گے۔ ان انتخابات میں عراق کا مسئلہ اتنا اہم تھا کہ امریکی کٹھ پتلی کا کردار ادا کرنے پر یہ خطرہ تھا کہ جان ہاورڈ پارلیمنٹ ہی سے ''کک آوٹ'' ہو جائیں گے۔

ایرانی ایٹمی منصوبے کا سنگ میل

ایران کے نائب صدر غلام رضا آغا زادہ نے فخر سے اعلان کیا ہے کہ ایرانی ایٹمی سائنس دانوں نے زیر تعمیر ایٹمی ری ایکٹر میں بطور ایندھن استعمال ہونے والی گولیاں تیار کر لی ہیں۔ یہ گولیاں یورینیم آکسائیڈ سے تیار کی جاتی ہیں۔ ایرانی ایٹمی منصوبے کے سلسلے میں یہ ایک اہم تکنیکی سنگ میل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایرانی اب اپنے زیر تعمیر ایٹمی ری ایکٹروں کے لیے ایندھن خود بنانے پر قادر ہو جائیں گے۔ یاد رہے، یہ گولیاں ان ایندھنی سلاخوں میں ڈالی جاتی ہیں جن سے ری ایکٹر چلتے اور بجلی پیدا کرتے ہیں۔

غلام رضا آغا زادہ ایران کی ایٹمی توانائی آرگنائزیشن کے صدر بھی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ایندھنی گولیاں وسطی ایران میں قائم 40 میگاواٹ کے تحقیقی ری ایکٹر کو چلانے میں کام آئیں گی۔ یہ ری ایکٹر بھاری پانی والے ری ایکٹروں کی قسم ہے۔ ایرانی روس کے تعاون سے ہلکے پانی والے ری ایکٹر بھی تعمیر کر رہے ہیں۔ اور وہ ان میں استعمال ہونے والی ایندھنی گولیاں بھی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہ واضح رہے کہ بھاری پانی والے ری ایکٹر میں یورینیم آکسائیڈ سے بنی جبکہ ہلکے پانی والے میں افزودہ یورنیم سے بنی ایندھنی گولیاں استعمال ہوتی ہیں۔ تاہم دونوں کو بنانے والی ٹیکنالوجی تقریباً ایک جیسی ہے۔ افزودہ یورینیم والی ایندھنی گولیاں بنانا ویسے بڑا طویل عمل ہے۔ پہلے خالص یورینیم حاصل کیا جاتا ہے۔ پھر اُسے زرد کیک میں بدلا جاتا ہے۔ پھر کیک گیس میں بدلتا ہے اور پھر خصوصی مشینوں (سینٹری فیوجز) میں اُسے افزودہ کیا جاتا ہے۔ ایرانی جس شد و مد سے اپنے ایٹمی منصوبے پر کام کر رہے ہیں، اُسے دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ امریکی ساختہ پابندیوں کے باوجود ان شاءاللہ وہ اگلے دو تین برس میں اپنا ایٹمی منصوبہ مکمل کر لیں گے۔

بقیہ اداریہ

آ گئی ہے۔ وہ ایٹمی پاکستان کو زیادہ مہلت نہیں دے سکتے۔ بہرحال اللہ اللہ کر کے وردی اتر گئی ہے۔ خدا کرے وردی اور سیاست میں شرق وغرب کا بعد ہو جائے، لیکن بات صرف جمہوریت قائم ہونے سے نہیں بنے گی۔ آج دنیا کو جو طرز حکومت میسر ہیں یقیناً جمہوریت اندھوں میں کانا راجہ کے مصداق اُن میں سے بہترین ہے، لیکن امت مسلمہ خصوصاً پاکستان کا مسئلہ محض جمہوریت کی بحالی سے حل نہیں ہوگا۔ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور نظریاتی ملک میں نظریہ کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو انسانی جسم میں روح کی، لہٰذا نفاذِ اسلام کے بغیر پاکستان ایک بے روح جسم ہے۔

ہم اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالہ سے دن رات حکمرانوں پر تنقید کرتے ہیں۔ یقیناً حکمران اس حوالہ سے زیادہ موثر رول ادا کر سکتے ہیں، لیکن کیا پاکستان کے ایک عام مسلمان شہری کی اس حوالہ سے کوئی ذمہ داری نہیں؟ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر حکمرانوں کا منہ دیکھتا رہے، تو کیا وہ بری الذمہ ہو جائے گا، تباہی ٹل جائے گی، نوشتہ دیوار خود بخود مٹ جائے گا، تقدیر بدل جائے گی۔ فضائے بدر پیدا کیے بغیر فرشتے قطار اندر قطار اتر آئیں گے۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، سنت اللہ تبدیل نہیں ہوتی۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا، کیا ہم اپنے جسم کو اپنی روح کا مرقد بنا کر استحکام حاصل کر سکتے ہیں اور کیا اپنی ذات پر اسلام نافذ کیے بغیر معاشرے کو اسلامی بنایا جا سکتا ہے اور کیا حزب اللہ قائم کیے بغیر ملک میں اسلامی نظام کا قیام ممکن ہے۔ اگر ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہے تو پھر اصلاً قصور کس کا ہے، خود فیصلہ کریں۔ یہ درست ہے کہ مکان کی سیکیورٹی چوکیدار کی ذمہ داری ہے لیکن مکینوں کو اگر معلوم ہو جائے کہ چوکیدار غافل اور ناقابل اعتبار ہے پھر بھی وہ اپنی حفاظت کا کوئی موثر انتظام نہ کریں تو پھر کسی واردات کے ذمہ دار وہ خود ہوں گے۔

wives, daughters and sisters of the same crop. Implanting an election exercise on top of a rotten system can never truly democratize. It keeps bringing in, by turn, the same sequence of faces. The change has to be from the grassroots.

Plato believed that democracy of the vote was a self-destructive system because, as Will Durant interprets him, "the people are not properly equipped by education to select the best people and the wisest courses to take. To get a doctrine accepted or rejected it is only necessary to have it praised or ridiculed in a popular play. The crowd so loves rhetoric and flattery, that at last the wiliest, calling himself the 'protector of the people', rises to power. In democracy we presume that everyone who knows how to get votes knows how to administer a city or a state. The people blindly elect the lesser of two evils presented to them as candidates by the nominating cliques. To devise a method of barring incompetence and knavery from public office and selecting and preparing the best to rule for the common good_ that is the problem of political philosophy."

To create such a system, there needs to be done an overhauling of the status quo from the grassroots, and without the hypocrisy of voting. Durant, commenting on Platonic thought further writes, "True democracy means perfect equality of opportunity, especially in education, not the rotation of every Tom, Dick and Harry in public office. Public officials shall be chosen not by votes nor by secret cliques pulling the unseen wires of democratic pretence, but by their own ability as demonstrated in the fundamental democracy of an equal race."

A truly democratic system, therefore, is not merely one in which people go to the vote, but one in which the fundamental, core values are social justice, economic and social equality, liberty and respect of the individual human being. A genuine system is one in which the social and political machinery is geared towards reinstating and protecting the respect, dignity and basic human rights of the individual; in which, as the Prophet (S) of Islam said, "the honour, life and property" of an individual is safe. A true political democracy rests on social and economic democracy as its basis. Such a system naturally engenders from within itself, a genuine political hierarchy which acts in service of the system, to maintain the core values of justice, fundamental rights, freedom and equality.

Every crisis, they say, comes with an opportunity. The crisis we are living through presents such an opportunity too. In the current scenario, we are witnessing the collective resentment of literally all departments and shades of life against the autocratic system_ the front against this government consists of lawyers, journalists, professors, students, religious leaders and members of the civil society. For the first time in history has Pakistan's civil society assumed this role to fill up the vacuum created by the opportunist, self-serving politicians who failed to deliver. Any genuine change has to come from the civil society. When the rot of parliamentary democracy fails, it is the civil society that must rise to the fore as the guardians of the values that got trodden on in the melee_ justice, equality, fundamental human rights. It is the civil society that is qualified and imbued with the potential to turn the tide and become the ground-layers of a genuinely egalitarian order we have been dreaming of since long. It is an immense opportunity. If the civil society fails to rise up to the occasion, the rotten, exploitative order might win over once again for another, prolonged hypocrisy. It probably is, as that pioneer of our freedom had said all those years back, 'Now or Never.'

QTV پر نشر ہونے والا

پنجابی دورۂ ترجمۃ القرآن

مترجم: رحمت اللہ بٹر (ناظم دعوت تنظیم اسلامی)

35DVD میں، جس کی قیمت 2450 روپے ہے،

اب صرف 1200 روپے میں دستیاب ہے

یہ آفر محدود مدت کے لئے ہے، لہٰذا پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر

اپنے علاقائی تنظیمی مراکز سے رابطہ کریں

براہِ راست مرکز سے منگوانے کیلئے اپنا آرڈر بذریعہ خط، ای میل یا فیکس بھیجیں

نوٹ: تین ماہانہ اقساط میں بھی دستیاب ہے

مرکز تنظیم اسلامی

67۔اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور۔ فون: 6316638-6366638

فیکس: 042-6271241 ای میل: markaz@tanzeem.org

Vol: 16 | Regd. No. LRL -50 | No. 43
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

MARYAM SAKEENAH

The Pretense of Democracy

'No timeframe for elections', the headlines blared as the latest from the President. The next day, a stunning somersault after the storm the statement had kicked up: 'Elections to be held in January.'

This might be great news, but it doesn't make a lot of us any less despairing of the state of affairs. The stroke was played with ingenuity for it will buy the General more time to let the raids, crackdowns, arrests, operations, police-boot-kicks-in-faces and baton-charging of lawyers, professors and students go on. After all, the ends justify the means. The great end in sight is the Restoration of True Democracy, as defined by the Father of True Democracy. To this end, the forthright soldier is committed. The announcement will help quieten down the endless stream of criticism directed at the unscrupulous regime from the outside world. The fragile 'progressive image', so painstakingly put up with all the marathons, Sufism conferences, obscenity galore and crackdowns on madrassahs and masjids is at stake.

The General is intelligent. He knows showing a simple readiness to hold elections can be a great whitewash for all the crimes, the high-handedness, the atrocities. He knows Democracy is the Elusive Beloved, the be-all and end-all of our political endeavour, the one thing to be lived and died for. And, all said and done, he knows we don't know a jack about what democracy means.

He is right. For this is why democracy here is little more than a magic word you use and abuse as a justification, an excuse and a vindication for a regime's dirty methods. All dictators have used the rhetoric of democracy to keep the nation dumbed down. It is all being done to strengthen 'true democracy', you know... we all serve that one great end, and have been serving it these past 60 years.

And yet, I repeat: we don't know a jack about what democracy means or what it truly involves. To us, democracy is a periodic balloting exercise. Full Stop. We know little more than that, and this is why holding a vote becomes the one criterion for any regime to get its legitimacy or to win approval for its methods. And this is exactly why Musharraf had to announce elections: the disquiet around the world needs a hushing up. The magic wand of the declaration to allow a vote has done the job remarkably. However, a vote held under a regime with credentials such as these has no credibility and is a very flimsy cover for its illegitimate methods. But then, who wants to dig in that deep?

The celebrated declaration doesn't brighten up the faces around me. It doesn't bring a promise of deliverance. It means little as life goes on with its vicious monotony, sun up to sun down, leaving the common man to bear his ordained lot.

Notwithstanding the frequency of election dramatics, our socio-political setup is a messed up morass of feudal hierarchies, a patriarchal setup where clout and political weight, pressure groups, lobbies, rhetoric and demagoguery count. The system breeds poverty, illiteracy, ignorance, misery and helps to maintain the status quo for its self-perpetuation.

Because the ignorant, illiterate man can never acquire the political consciousness to discriminate. He can never question why or stand up for his right. The hungry man will be so completely trapped in his hand-to-mouth existence, he wouldn't ever think beyond the next meal. The human being trapped in a minimal existence is the politician's strength. His stunted mind, his minimal self can never threaten. Like the sheep who are taught to keep up the chorus, 'Four legs good, two legs bad,' and overnight, are taught to unlearn and relearn the expediently modified version: 'Four legs good, two legs better.' The rhetoric does the trick: for the glorification of he State. For welfare, progress, development, freedom, democracy. The sheep keep bleating in chorus reassuringly, and the leader keeps up the chest-thumping, his rhetoric heavily laden with the glamorous word, 'democracy.'

Despite the electoral exercises, the voting and the ballot box, such a system cannot but throw up leaders of the same crop. The system is designed to create more of the same, to give security and perpetuation to the status-quo and to bring into power people who do not threaten the system with promise of change but in fact are products of it and dependent on it for political survival. So long as feudalism, social inequality and injustice thrive, the system will never bring to the fore any freshness. Making a graduate degree a necessary condition for an assembly seat will only bring in more fake degrees. Increasing women seats in the assembly will only bring in